مینم قادری
تاریخ

۱۹۴۰ء

تحریکِ پاکستان کی ایک

اہم دستاویز

خطبۂ صدارت: مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

ترتیب و تحشیہ

مجاہدِ ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

مکتبۂ رضویہ ۲۵ لاہور

۱۹۴۰ء

تحریکِ پاکستان کی ایک

اہم دستاویز

○

خُطبہ صدارت:۔ مُفتی مُحمّد بُرہانُ الحق جبل پُوری

ترتیب و تحشیہ

مُجاہدِ ملّت مولانا مُحمّد عبدُ السّتّار خان نیازی

○

مکتبۂ رضویّہ ۔ لاہور ۲۵

کتاب	تحریکِ پاکستان کی ایک اہم دستاویز
خطبۂ صدارت (مسلم لیگ کانفرنس)	مفتی محمد برہان الحق جبل پوری
طباعت (بارِ اوّل)	جنوری سنہ ۱۹۴۰ء
طباعت (بارِ دوم)	ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۶ھ / اگست سنہ ۱۹۸۶ء
تقدیم و ترتیب	مولانا محمد عبد الستّار خان نیازی
صفحات	۴۰
کتابت (جزوی)	خوشی محمد ناصر قادری
پروسیس	سلیم پروسیس، لاہور
مطبع	گنج شکر پرنٹرز، لاہور
تعداد	۱۱۰۰
ناشر	مکتبۂ رضویہ ۲/۴۴ سوڈھیوال کالونی ملتان روڈ لاہور ۲۵
قیمت	پانچ روپے (-/۵)

واحد تقسیم کار

شبلیر برادرز پبلشرز، ۴۰-بی، اردو بازار، لاہور

تقدیم

(از مجاہدِ ملّت مولانا محمد عبد الستّار خان نیازی)

عمرہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری کی شخصیت، مقام و مرتبہ اور ملکی و ملّی خدمات مُسلّم ہیں۔ وہ بجا طور پر اعاظمِ رجالِ ملّت کے زمرے میں آتے ہیں معمارِ پاکستان قائدِ اعظم علیہ الرحمۃ اور نقاشِ پاکستان حکیم الامّت علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی تصوّرات اور ملّتِ اسلامیہ برِّصغیر کے حقِّ خود ارادیت کے لیئے دارُ الاسلام پاکستان کا مطالبہ اور اس کے لیئے مسلسل جِدّ و جُہد نے جہاں فدائے ملّت لسان الامّت خطیبِ اسلام نواب بہادر یار جنگ، ظفر الملّت مولانا ظفر علی خاں، شہیدِ ملّت نواب زادہ لیاقت علی خاں، مجاہدِ ملّت سردار عبد الرب نشتر جیسے سیاسی قائدین اور صدرُ الافاضل سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی مبلّغِ اسلام شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی۔ امیرِ ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری، دیوان سیّد آلِ رسول صاحب سجّادہ نشین اجمیر شریف، مجاہدِ تحریکِ پاکستان مولانا عبد الحامد قادری بدایونی، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدّین صاحب سیالوی وغیرہم[1] دینی سیاسی شخصیات کا نام تاریخِ استخلاصِ وطن میں آبِ زر سے لکھّا جائے گا وہاں حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبلپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کی مُلکی اور مِلّی خدمات اِس قدر نمایاں، اثر انگیز اور تاریخ ساز ہیں کہ اُن سے آگاہی حاصل کرنا ہر ملّی خادم کے لیئے ضروری بن گیا ہے۔ افسوس ہے کہ نئی نسل روز بروز اپنے اکابر کے کارناموں سے بے بہرہ ہو کر اپنے ماضی سے منقطع ہو رہی ہے اور خدشہ لاحق ہونے لگا ہے کہ آئندہ نسلیں اپنی ملّی تاریخ اور قومی مشاہیر سے لاتعلق ہو کر لاوارث اور مجہول حال نہ بن جائیں۔ بلکہ

---

[1] تحریکِ پاکستان میں اِن حضرات کی خدمات جلیلہ سے متعارف ہونے کے لیئے مُلاحظہ ہو۔ "اکابرِ تحریکِ پاکستان" (جلد اوّل و دوم) از محمد صادق قصوری۔ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، سنہ ۱۹۷۹ء

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آج تک حضرت مولانا مفتی[1] بُرہان الحق رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۔ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ/ ۱۳۔اکتوبر ۱۸۹۲ء ــــ ۲۰۔دسمبر ۱۹۸۴ء/۲۶۔ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ) کی شخصیّت، اُن کے مِلّی کارناموں اَور حصُولِ پاکِستان کے لِئے اُن کے جہادِ مسلسل سے قوم کو کیوں ناواقف رکھا گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اکابرِ تحریکِ پاکِستان کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ کارکنوں، رضاکاروں اَور گمنام خدّامِ مِلّت کے تاریخی کردار سے قوم کو آگاہ کیا جاتے۔ یہ کام مسلم لیگ کا تھا کہ وُہ تحریک کی اُن تمام شخصیات کے کردار کو اُجاگر کرتی، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وُہ ان تمام اکابر کے تذکروں میں نافرض شناسی کی اِس پستی تک پہنچ گئی ہے کہ حکیم الاُمّت اَور قائدِ اعظم کے تفصِیلی کارناموں کو بھی آج تک پیش نہیں کر سکی۔

مفتی صاحِب رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں سیاسی طور پر متحدہ قومیّت کے سراب کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا وہاں گاندھی پرست مولویوں کی سوفسطائی منطق کا تار و پود بھی بکھیر کر رکھ دیا۔ جو لوگ قوموں کی اساس، وطنیّت کو قرار دیتے تھے اَور سابرتی آشرم کے مہا طمع، نصاریٰ کے بندۂ بے دام، سامری وقت موہن داس کرم چند کی لنگوٹی سے اپنے تہمد کا پیوند لگا کر رام راج زیرِ سایہ ٹام راج کے دجل و تلبیس میں مبتلا ہو کر حق و باطل کے التباس سے ایک نیا فلسفہ پیش کر رہے تھے۔ مفتی صاحِب مرحُوم و مغفور نے اقلیّتی صُوبے کے اندر رہتے ہُوئے شیرِ نیستاں بن کر اپنی گرج سے اِسے تہس نہس کر دیا۔ "واردھا اسکیم" اَور "ودیا مندر اسکیم" کے ذریعے اسلامی تہذیب و ثقافت کو گنگا جمنی لبادہ اوڑھانے کے خوفناک عزائمِ مشئومہ کے تارِ عنکبوت کو پُرزے پُرزے کر دیا۔

---

[1] جناب ابُو الطاہر فدا حسین فدؔا صاحِب مُدیرِ اعلیٰ ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور نے مُفتی صاحِب کی وفات پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ تحریر کیا ؎

رُخصت جہاں سے آج ہیں بُرہانِ حق ہُوئے — تھے متّقی و عابد و زاہد وُہ خوش خصال
رِحلت پہ اُن کی آج ہے مغمُوم اِک جہاں — ہر آنکھ اشک بار ہے ہر قلب پُر ملال
قائم مقام حضرتِ احمد رضا تھے وُہ — مِلتی علومِ دیں میں ہے اُن کی کہاں مثال؟
تھے اُسوۂ نبیِ مکرّم کے وُہ نقیب — ہر ذکر و فکر اُن کا حقیقت میں لازوال

آئی ندا یہ عرشِ معُلّےٰ سے اَے فدؔا
سالِ وصال اُن کا ہے "مغفورِ لایزال"
۱۴۰۵ھ

مکتبۂ رضویہ مستحقِ صد ہزار تحسین و مُبارک باد ہے کہ اُس نے ایک اجتماعی مِلّی ذِمّہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا عزم بالجزم کیا ہے۔ مُفتی صاحِب رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ اَور اس کے ساتھ ساتھ اُن کے دینی اَور رُوحانی فیوض و برکات خاص طور پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اِمامِ اہلِ سُنّت مجدّدِ دین و مِلّت شاہ احمد رضا خان صاحِب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید اَور خلیفۂ خاص ہونے کی بنا پر وُہ ایک نمایاں حیثیّت کے مالک اَور ایسا قیمتی سرمایہ ہیں جس کے بارے بقول شاعر ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را — گاہے گاہے باز خواں ایں قصّۂ پارینہ را

اُن کی ہمہ صِفت موصُوف شخصِیّت کا تذکرہ رُوح میں تازگی اَور قلب میں بالیدگی پیدا کرنے کا مُوجب بنتا ہے۔

جو قومیں اپنی روایاتِ مِلّیہ سے بے خبر رہ جاتی ہیں وُہ مِٹ جاتی ہیں بلکہ بقولِ حکیم الاُمّتؒ "کمالِ حیاتِ مِلّیہ این است کہ مِلّت مثلِ فرد احساسِ خودی پیدا کند و تولید و تکمیلِ ایں احساس از ضبطِ روایاتِ مِلّیہ ممکن گردد۔"[1] ــــــــ مزید وضاحت کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:۔

؎ چیست تاریخ اَے ز خود بیگانۂ — داستانے قصّۂ افسانۂ؟
ایں تُرا از خویشتن آگہ کُند — آشنائے کار و مردِ رہ کُند
رُوح را سرمایۂ تاب است ایں — جسمِ مِلّت را چو اعصاب است ایں
ہمچو خنجر بر فسانت می زند — باز بر رُوئے جہانت می زند[2]

غایت و مقصُود یہ ہے کہ ہم موجُودہ نسل کو اپنی سابقہ تاریخ سے آگاہ کریں۔

اقلیّتی صُوبوں کے مُسلمانوں نے یہ جانتے ہُوئے کہ وُہ پاکِستان سے باہر رہ جائیں گے جس طرح سر بکف اَور زر بکف میدانِ عمل میں ڈٹ کر رام راج زیرِ سایہ ٹام راج کے افسوں کو توڑا اَور بے مثال قربانیاں دے کر مظلُوم مُسلمانوں کی دست گیری کی۔ وُہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جو اِنشاء اللہ عند اللہ حسنِ قبُولیّت کی سند حاصل کرے گا اَور مِلّتِ اِسلامیہ برّصغیر پاک و ہندان کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کر سکتی۔

---

[1] اسرار و رمُوز (اسرارِ خُودی و رمُوزِ بیخُودی)، اشاعت بارھویں مطبُوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۱۴۵

[2] ایضاً: ص ۱۴۷

"اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ" کی آیتِ قرآنی کے عنوان سے آپ کا خطبۂ صدارت بحیثیت صدر مجلسِ استقبالیہ، مسلم لیگ کانفرنس ضلع مسلم لیگ جبل پور منعقدہ عیدگاہ، جبل پور، بتاریخ یکم، ۲، ۳ جنوری ۱۹۴۰ء معلومات کا خزانہ اور ہمارے جُداگانہ مِلّی وجود کی تائید و حمایت میں دلائل و براہین کا میگزین، سنگین حصار اور اسلحہ خانہ ہے۔ انہوں نے "قراردادِ پاکستان" منظور ہونے سے قبل جس انداز میں مملکتِ اسلامی کے خدّ و خال اور دس کروڑ مسلمانوں کے مِلّی تشخّص کو نمایاں کیا ہے وہ ان کی فراستِ مومنانہ اور اعلیٰ حضرت کی تربیّتِ حکیمانہ کا ثمرہ ہے۔ سوراج کے نام سے فرنگی، بنیا، برہمن اور شریعت فروش مولویوں کے تگڑم سے جو ہمہ رنگ زمین دامِ فریب پھیلایا گیا تھا، مفتی صاحب نے اُس کی خباثت، نجاست، بربریّت اور استعماریّت کو طشت از بام کر کے واشگاف الفاظ میں "رام راج زیرِ سایہ ٹام راج" قرار دیا ہے۔

علیٰ ہٰذا القیاس "ہندوستان اور مسلم اقلیّت"، "شکلا جی کی حرکتِ مذبوحی"، "کانسٹی ٹونٹ اسمبلی" جس کا "منشا یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ اپنی قدیمی مراعات کو بپیشِ نظر رکھتے ہوئے (اقلیّت اور اکثریّت) سب کو ہانک کر ایک جگہ جمع کر دے۔ پھر گاندھی جی اور اُن کی ذُرّیت کو اپنی تمنّائیں پوری کرنے کا موقع ملے۔ یہ ہے وہ راستہ جو گاندھی بُڈّھو نے سوراج یا رام راج یا ہندو راج حاصل کرنے کا نکالا ہے۔"[1] ڈومینین اسٹیٹس کا ڈھونگ، جبل پور میں مظالمِ کانگریس کی فہرست کم از کم چوالیس ہرگداز مظالم اور جفا کاریوں کی پُر الم فہرست بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"(ان) سے ہمارے قلوب سخت مجروح ہیں اور ہمارے کلیجے چھلنی ہو رہے ہیں۔ گو اِس وقت تلخ حقیقت کے انکشاف پر ہمارے یارانِ وطن آڑی ترچھی نگاہوں اور غضب ناک تیوروں سے ہم کو دیکھ رہے ہیں مگر ہم تو یہی کہیں گے ؎

اظہارِ سوزِ غم پہ میری زباں نہ کھینچو
ہاتھوں میں چُبھ نہ جائیں کانٹے میری زباں کے"[2]

---

[1] بُرہان الحق جبل پوری، مفتی محمد: خطبۂ صدارت مطبوعہ جنوری ۱۹۴۰ء، ص ۷

[2] " " " " " " " " " ص ۹-۱۰

"وردھا اسکیم" کے ذریعے تعلیمِ کُفر، کانگریس کی عقربی ذہنیّت اور کانگریس کا باونواں[52] اجلاس تری پوری (جس میں ہندوؤں نے اپنی نجس پراچین تہذیب کا مظاہرہ کیا) باوَن[52] ہاتھیوں کے ساتھ اصحابِ فیل کی ذُرّیت چڑھائی کر کے آئی مگر اُس کا حشر ابرہۃ الاشرم کے ہاتھیوں کا سا ہوا۔

اختتام پر اُنہوں نے فرمایا: "مَیں دُعا کرتا ہُوں کہ اللّٰہ تعالےٰ ہمارے صدرِ اعظم قایدُ المُسلمین سُلطانِ زعماءِ الہند مسٹر محمد علی جناح کی عمر میں، ہمّت میں، عزم و استقلال میں صلاح و ہدایت کے ساتھ برکت و قوّت عطا فرمائے اور ہمیں اُن کی آواز پر لبّیک کہتے ہُوئے، اُن کے لائحۂ عمل کو جامۂ عمل پہنانے کی توفیق بخشے۔"[1]

مفتی صاحب کا سیاسی مقام و مرتبہ قائدِ اعظمؒ کے نزدیک مسلّمہ طور پر باعزّت و باوقار تھا۔ وہ قائدِ اعظم کے دستِ راست تھے۔ ۱۹۴۰ء میں "قراردادِ پاکستان" کی منظوری کے بعد ملک کے طول و عرض میں انہوں نے دَورے کئے۔ سرحد، پنجاب اور سندھ میں تحریکِ پاکستان کو مقبول بنایا اور حصولِ پاکستان کے لیے سخت جدّ و جُہد کی۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو سراہا اور تشکریہ کے خطوط تحریر کئے۔

دیگر اکابرِ ملّت کے ساتھ بھی آپ کے دوستانہ مراسم رہے۔ خاص طور پر لسانِ ملّت خطیبِ اسلام نواب بہادر یار جنگ مرحوم (فروری ۱۹۰۵ء — جون ۱۹۴۴ء)، صدر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ و مجلس اتحاد المسلمین نے آپ کے نام کئی خطوط تحریر کئے ہیں جن میں سے تین مکتوب درج ذیل ہیں:-

۲- فروری ۱۳۵۱ ف

(مُطابق ۳- فروری ۱۹۴۲ء)

مولانا محمد بُرہان الحق صاحب!

جبل پور

مکرّمی! گرامی نامہ دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ خدا مولوی تاج الدّین مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اُن کا اچھا بدل عطا فرمائے۔ ایسٹر کی تعطیلیں اپریل کی غالباً چوتھی، پانچویں کو آ رہی ہیں۔ مَیں نے الہ آباد سے لکھنؤ اور کانپور جانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اِس لئے

---

[1] بُرہان الحق جبل پوری، مُفتی محمد: خُطبۂ صدارت مطبوعہ جنوری ۱۹۴۰ء، ص ۱۵

الہ آباد جاتے ہُوئے حاضر ہو سکتا ہُوں۔ لیگ کے اجلاس سے ایک یا دو روز قبل آپ جو تاریخ مناسب سمجھیں مقرر فرما کر مطلع فرمائیے۔ اِنشاءاللہ ضرور حاضر ہوں گا۔ [1]

۳۱۔ فروردی ۱۳۵۱ ف

(مطابق ۴۔ مارچ ۱۹۴۲ء)

معتمد صاحب ڈسٹرکٹ مسلم لیگ

جبل پُور

مکرّمی

خط پہنچا۔ مَیں مولانا بُرہان الحق صاحب ہی کی دعوت پر جبل پُور آ رہا ہُوں اَور مُسلم لیگ ہی کے پلیٹ فارم سے صرف ایک تقریر کروں گا۔ مَیں قومی مقاصد کے لِئے جب کبھی سفر کرتا ہُوں تو عادتاً کِسی کا مہمان نہیں ہُوا کرتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مَیں خاکسار رہ چکا ہُوں اَور خاکساری کے اصُول میں یہ بات داخِل ہے کہ مہمان داریاں قبول نہ کی جائیں۔ میرے ساتھ بیگم صاحبہ بھی ہوں گی۔ مَیں ممنُون ہوں گا۔ اگر آپ میرے قیام کا اِنتظام کِسی مُسافر بنگلے یا ہوٹل میں فرمائیں۔ [2]

۸۔ اردی بہشت ۱۳۵۲ ف

(مطابق ۱۲۔ مارچ ۱۹۴۴ء)

مولانا مفتی خطیب محمد بُرہان الحق صاحب

جبل پُور

مکرّمی۔ گرامی نامہ مورخہ ۲۔ ربیع الاوّل آج ایک طویل سفر سے واپسی کے بعد نظر سے گذرا اَور اس کے ساتھ جناب سیّد عبدالہادی جنرل سیکرٹری مجلسِ اِستقبالیہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اَور جناب محمد افتخار علی صاحب سیکرٹری انجمن سیرت النبیؐ کے مکاتیب بھی وصُول

[1] "مکاتیب بہادر یار جنگ" (مکتوب نمبر ۲۲۲) مطبوعہ بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی، ۱۹۶۷، ص ۲۵۷، ۲۵۸

[2] " " " " " " (" " ۲۵۱) " " " " " " ۲۷۸

ہُوئے۔ اِنشاءاللہ مُسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں انجمن سیرت النبیؐ کے زیرِ اہتمام جلسۂ سیرت میں شرکت کی مسرّت حاصل کروں گا۔

یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذِمّہ داری بھی اپنے اُوپر لے لی ہے۔ مَیں اِس عنایت کے لِئے سب کا ممنُون ہوں۔

اپنے والدِ محترم کی خدمت میں میرا اسلامِ نیاز پہنچائیے۔ اُمّید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ [1]

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مفتی صاحب پر بے حد نوازشات فرماتے تھے۔ آپ کو نہ صرف مجدّدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمّذ حاصل رہا بلکہ سندِ خلافت بھی عطا ہُوئی۔ مفتی صاحب کے والدِ ماجد حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسّلام جبلپُوری (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء — ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء) کو بھی اُنہوں نے خلافت عطا کی تھی۔ مفتی صاحب اَور اُن کے والدِ ماجد سے اعلیٰ حضرت کے گہرے محبّانہ، مشفقانہ اَور مربّیانہ تعلّقات کی جھلک مندرجہ ذیل خطُوط [2] سے ظاہر ہے :۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسُولہ الکریم

مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسّلام صاحب دامت معالیہ و بورکت ایامہ و لیالیہ آمین، بملاحظہ عالیہ کامل النصاب جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن

زین الزمن عید الاسلام عبدالسّلام !

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔

مولیٰ عزّوجل جناب و نورِ عینی مولوی بُرہان میاں سلّمہٗ و سائر احباب کو

[1] مکاتیبِ بہادر یار جنگ" (مکتوب نمبر ۵۳۳) مطبُوعہ بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی ۱۹۶۷، ص ۵۴۰

[2] پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعُود احمد نے "اکرامِ امام احمد رضا" مطبُوعہ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور ۱۹۸۱ء اَور جناب محمُود احمد قادری (کانپور) نے "مکتوباتِ امام احمد رضا بریلوی" شائع کردہ مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۸۶ء میں علی الترتیب ایسے بارہ ۱۲ اَور اٹھارہ ۱۸ خطُوط نقل کِئے ہیں۔ نیازی

شرِ اشرار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، استودع اللّٰہ تعالیٰ وفیکم وعندکم و عافیتکم واولادکم واموالکم ومالکم۔

برادرِ دینی حاجی عبدالرزاق صاحب پر اس سانحہ کے وُرُود سے سخت صدمہ ہوا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ــــــ عسٰی ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الیٰ ربنا راغبون ــــــ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العزیز الحکیم، مولیٰ عزوجل بمنہٖ وکرمہٖ وجاہ حبیبہٖ وقاسمِ نعمہٖ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم ان کو جلد ناجی و کامیاب فرمائے اور مخالفین کو مخذول ومقہور کرے۔ آمین۔

حاجی صاحب کا کٹنی سے خط آیا ہے کہ "ضمانت پر رہا ہوا ہوں، انشاء اللّٰہ العزیز کل اپیل کی درخواست کروں گا۔ حضرت مولانا عبدالسّلام صاحب قبلہ نے بہت بڑی سعی فرمائی جو حضرت مولانا کا حق تھا، اُمید قوی ہے بہت جلد کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ کل صبح جبل پُور جاؤں گا" ــــــ انتہٰی بلفظہٖ ــــــ

عجب ہے کٹنی میں کوئی مسلمان ایسا نہ تھا کہ فوراً فوراً وہیں ضمانت کرا لیتا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ــــــ حاجی صاحب جبل پور ہوں گے، یہ نیاز نامہ حضرت کے اَور ان کے، دونوں کے نام ہے ــــــ حاجی صاحب لاحول شریف کی کثرت بے تعداد رکھیں اَور ہر بار کچہری کو جاتے وقت حضرت عزجلالہ کی طرف متوجہ ہو کر حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل کہیں اَور تا ختم وقت بے گنتی اس کی کثرت رکھیں، نیز وقتاً فوقتاً یہ دُعائے جلیل کہ ارشادِ حدیث ہے، پڑھیں:۔

لا الٰہ اِلّا اللّٰہ العظیم الحلیم، لا الٰہ الّا اللّٰہ رب العظیم، لا الٰہ الّا اللّٰہ رب السمٰوات السبع ورب الارضین و رب العرش الکریم اصرف عنی شر فلان فلان ــــــ

فلاں فلاں کی جگہ حاکمِ اپیل کا نام لیں۔

صلوٰۃ الصلوات جامع البرکات

وقتِ غیر کراہت میں دو رکعت نفل، ہر رکعت میں قبل قرأت (یعنی پہلی میں

بعد ثنا قبل تعوّذ اَور دُوسری میں قبل تسمیہ) یہ دُرود شریف ۱۵ بار اَور بعد قرأت، پھر رکُوع، قومہ، سجدہ، قعدہ، سجدۂ ثانیہ ــــــ ہر ایک میں دس بار پڑھیں:۔

اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد عبدك وحبیبك ورسولك النبی الامی وعلیٰ اٰلہٖ۔

اِس کے لِئے اولیٰ وقت، اشراق ہے، جس مہم کے لِئے تین جمعہ پڑھی جائے، باذنہٖ تعالیٰ ادا ہو ــــــ یہ مقدمۂ مسجد ومقدمہ حاجی صاحب دونوں کے لِئے پڑھی جائے۔

حاجی صاحب کے لِئے .... کا مجرّب عمل بھیجتا ہُوں، ممکن ہو تو وُہ خود پڑھیں، ورنہ اُن کا دوست ــــــ آج سے مَیں بھی اِنشاء اللّٰہ العزیز حاجی صاحب کے لِئے ــــــ شروع کروں گا۔

دفعِ طاعون کے لِئے اذانوں کا اِلتزام رہے، ہر مکان میں بعد مغرب ۷ بار بآوازِ بلند اَور ہر شخص آیۃ الکرسی ایک بار اَور معوذاتِ ثلاثہ ۳-۳ بار، صبح قبل طلوعِ شمس، شام قبل غروب اَور سوتے وقت پڑھے اَور جو بچے نہ پڑھ سکتے ہوں، اُن پر دم کریں ــــــ سُورۂ تغابن شریف روزانہ تین بار پانی پر پڑھ کر پئیں اَور سب کو پلائیں ــــــ اِس تعویذ کی نقلیں پاک سپید پُرانے دُھلے کپڑے میں سب کے بازوئے راست پر باندھیں۔

ھ ھ ھ ھ ″ ※ ٦٦٦٦٦٦٦ ھ وصلعم

جو کسی طاعون زدہ یا کِسی بلا کے مبتلا کو دیکھ کر یہ دُعا ایک بار پڑھے گا۔ ہمیشہ اس سے محفُوظ رہے گا۔

الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاك بہ وفضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا۔

عزیزہ سلمہا کی وداع بھی نکاح کے ساتھ ہے یا کب؟ ــــــ ببرکتِ دُعائے سامی بُخار تو اِس ماہِ مبارک میں نہ آیا، مگر ۳۵ دن کے دَورے نقیہ اِتنا کر گئے کہ بات بمشکل ہوتی ہے ــــــ یہ ایک ورق کئی گھنٹوں میں بمشکل لکھّا ہے۔ سب احباب کو سلام، بچّوں کو دُعا۔

فقیر قادری غفرلہٗ

۱۳ ربیع الاوّل شریف ۱۳۴۵ھ

۷۸۶

نورِ عینی و درۃ زینی جعل کاسمہ برہان الحق

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :-

"جدول مطالع البروج" "جدول تعویل النہار" مع تفاصیل آئیں۔ ابھی ان کے دیکھنے کی ضرورت نہ ہُوئی ـــــــ ایک شخص نے ایک رسالہ چھاپا کہ پیروں اور مزاروں کو سجدہ جائز ہے اور اس میں کتب ائمہ پر کمال افتراؤں سے کام لیا اور نہ صرف اِسی قدر بلکہ لکھا کہ جو مخالفت کرے، شقی، ملعون، شیطان راندۂ درگاہ ہے۔

ـــــــ تین جگہ سے یہ رسالے یہاں آئے جس سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں میں اضطراب ہے اُس کا ردّ لکھا گیا ہے۔ نو جُز کے قریب تو ہو گیا ہے اور قدرے باقی ہے۔

زیرِ ناف اِسی درد کے چار دَورے شوال کی ان تاریخوں میں ہو چکے، حضرت مولانا دامت فیوضہم کی رائے اس سال میری حاضری کی نہ ہُوئی اور یہاں بھی لوگ تو ناہی تھے، اَب حاجی لعل خاں صاحب نے بھی ممانعت ہی لکھی ہے، ناچار اِس سال جانا ملتوی رکھا، زاہد میاں سلّمہٗ کی شادی ربنا تعالیٰ مبارک کرے، سب احباب کو سلام۔

۲۵ـ شوال ۳۷ھ

نسیم الریاض آپ کے پاس کس مطبع، کس سنہ کی ہے، تحریر فرما کر بھیجیں بخدمت حضرت مولانا تسلیم مع التکریم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بشرفِ ملاحظہ مولانا المبجل المکرم ذی المجد و الفضل والکرم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ جامع الفضائل القدسیہ قامع الرذائل الانسیہ عضدی وانسی وبہجۃ نفسی جناب مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم واعلیٰ فی الدارین درجاتہم آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :-

مولیٰ عزوجل بمنہٖ وکرمہٖ وجاہ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم جناب کو دائماً ابداً ظلِّ ظلیل اسمِ کریم سلام میں آفاتِ دوجہاں و امراضِ سقام و شرِ اعدائے لیام سے امن و امان میں رکھے آمین، ع

ویرحم اللہ عبدا قال اٰمینا

مولانا بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی حیاتِ گرامی سے ان تمام اقطار میں حیاتِ دین وابستہ ہے فاحیاکم وحیاکم ولایفنی فحیاکم اٰمین۔

یہ فقیر حقیر باوصف کثرتِ معاصی، ہر آن غیر محدود و نامتناہی نعم ربّ اکرم عزجلالہ و سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم میں ہے والحمد للہ رب العلمین ـــــــ ڈھائی سال سے اگرچہ امراض دردِ کمر و مثانہ و سر وغیرہا امراض کا لالازم ہو گئے ہیں ـــــ قیام و قعود، رکوع و سجود بذریعہ عصا ہے مگر الحمد للہ کہ دینِ حق پر استقامت عطا فرمائی ہے، کثرتِ اعداء روز افزوں ہے اور حفظِ الٰہی بتفضیلِ نامتناہی شاملِ حال، والحمد للہ رب العلمین ـــــــ باین ضعفِ بدن وقوتِ محن وکثرتِ فتن بحمد اللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطّل نہیں ـــــــ کھانے اور سونے کی فرصت نہیں ملتی ـــــــ اللہ و رسول جلّ وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سوا ظاہری معین و مددگار عنقا ہے اور ان کے سوا کسی کی حاجت بھی کیا ہے؟ ـــــــ الحمد للہ! جناب کی محبّت خالصاً لوجہ اللہ صمیمِ قلب میں راسخ ہے، کبھی نیاز نامہ نہ لکھوں بلکہ بوجہ کثرتِ کار و افکار صحائفِ شریفہ یا عنایت ناماہائے عزیز بجان مولوی برہان الحق سلمہ الرحمٰن کا جواب بھی نہ دُوں مگر بحمد اللہ دل ہمیشہ یاد میں ہے اور زبان دُعا میں۔

مولانا بُرہان الحق کا رسالہ دربارۂ تقبیلِ قبر، مدّت سے آیا ہوا ہے۔ ماشاء اللہ بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقیر کا مختار دربارۂ مزاراتِ طیبہ بلحاظِ اَدب منعِ عوام ہے۔

غزل جس کی ردیف "پھولوں کی" ہے۔ اکبر میرٹھی نے یہاں آکر اپنے تخلّص سے پڑھی اور شائع کی۔ مولانا برہان الحق صاحب کو اب اس سے دستبرداری چاہیئے ـــــــ

اس کے ایک مطلع میں یہاں اصلاح بھی دی گئی ——— "جب باغِ جہاں کے مالی" ——— "مالی" کی جگہ "مالک" بتایا گیا کہ مولیٰ جل وعلا کو "مالی" کہنا خلافِ ادب ہے۔ مالی صرف ناظر و خادمِ باغ ہی ہوتا ہے۔ والسّلام مع الاکرام۔

مولانا بُرہان الحق صاحب کو سلام و دُعا، سب احباء کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

۴۔ ربیع الآخر شریف ۳۴ھ

اکثر امورِ مہمّہ میں امام احمد رضا قدس سرّہٗ حضرت سیّد محمد سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء - ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء) صدر الشریعہ مولانا امجد علی مصنّف "بہارِ شریعت" (۱۸۷۹ء - ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء)، حضرت سیّد محمد محدّث کچھوچھوی (۱۸۹۴ء - ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء) رحمہم اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مولانا مفتی بُرہان الحق صاحب جبلپوری کو بھی اپنی نمائندگی کے لئے مقرر فرماتے تھے۔ ندوۃ العلماء کی تعبیر متحدہ قومیّت اور ابوالکلام آزاد کے سواد اجی اسلام کو بے نقاب کرنے کے لئے مفتی صاحب نے قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ یہاں پر ہم مولانا ابُوالکلام آزاد سے مواخذہ، محاسبہ اور علمی تعاقب کے سلسلہ میں مفتی صاحب کی خدمات کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۴۔ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۵۔ مارچ ۱۹۲۱ء کو جمعیۃ العُلمائے ہند کے زیرِ اہتمام ابُوالکلام کی زیرِ صدارت ایک کھلا اجلاس بمقام بریلی منعقد ہوا۔ اسی اجلاس میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے مرتّب کردہ ستّر سوالات بعنوان اتمامِ حجّت تامہ[1] (۱۳۳۹ھ) شائع ہو کر اراکینِ خلافت کمیٹی تک پہنچ چکا تھا۔ ابوالکلام آزاد نے ان تمام کوششوں کے برعکس اعلیٰحضرت کو جلسہ میں شرکت کی دعوت اور رفع منازعت کی دعوت بھیج دی۔ اعلیٰحضرت نے مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف صاحب کی قیادت میں وفد بھیجا۔ ابُوالکلام آزاد نے سیّد سلیمان اشرف کو تقریر[2] کرنے کی دعوت دی۔ اُنہوں نے اپنا موقف نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور اتمامِ حجّت تامہ

[1] "اتمامِ حجّت تامہ" ایک تاریخی اور قابلِ قدر دستاویز ہے جو عامۃ المسلمین کی ہمیشہ راہنمائی کرتی رہے گی۔
نوٹ: ستّر سوالات کی تفصیل "دوامغ الحمیر" (مطبوعہ جماعت رضائے مصطفٰے، بریلی ۱۹۲۱ء) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جس سے ہندو ذہنیّت کے متعلق خوش فہمی جن نتائج کا باعث ہو سکتی ہے کا ادراک ہو جاتا ہے۔

[2] مولانا سیّد محمد سلیمان اشرف (سابق صدر شعبۂ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کی تقریر کا مکمل متن "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" (مرتّبہ محمد جلال الدّین قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء) میں ملاحظہ فرمائیں۔

کے سوالات کا جواب طلب کیا۔ آزاد کے کچھ اخباری بیانات، کچھ تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کئے۔ اپنی کتاب "الرّشاد" کا حوالہ دیتے ہُوئے آزاد سے جواب طلب کیا۔ آزاد کے پاس ان تمام باتوں کا جواب نہ تھا۔ اصل جواب سے پہلوتہی کرتے ہوئے اپنی جوابی تقریر میں اُنہوں نے کہا:

"کچھ مولویوں کا وفد آیا ہے۔ جن کا نہ کوئی اصول ہے اور نہ مقصد، مجھ پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں سب غلط اور بے بُنیاد ہیں، جن کا کوئی ثبُوت نہیں۔"

اس پر مفتی محمّد بُرہان الحق صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ اسٹیج پر تشریف لائے اور آزاد سے ذرا بلند آواز میں کہا: "آنجناب نے ابھی ابھی اپنی جوابی تقریر میں زور دے کر فرمایا کہ مجھ پر تمام الزامات غلط اور بے بُنیاد ہیں جن کا کوئی ثبُوت نہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اخبار زمیندار، لاہور کے فلاں نمبر، فلاں تاریخ میں نہایت نمایاں جلی سُرخیوں میں یہ خبر شائع ہُوئی ہے کہ "ناگپور میں خلافت کانفرنس کے پنڈال میں امام الہند ابُوالکلام آزاد صاحب نے جمُعہ پڑھایا اور خطبۂ جمعہ میں مہاتما گاندھی کی صداقت و حقانیّت کی شہادت دی" ——— ایک مُشرِک کی صداقت و حقانیّت کی شہادت خطبۂ جُمعہ میں! ——— یہ کیسا اسلام ہے"؟[1]

یہ سُنتے ہی آزاد کا چہرہ فق ہو گیا ——— ایک دو منٹ تک ------ دیکھتا رہا، پھر بولا: "لعنۃ اللّٰہ علیٰ قائلہٖ"۔ مفتی صاحب نے کہا: "آزاد صاحب! یہ کلماتِ لعنت اسی اخبار میں بالاعلان شائع کرا دیجئے تو اُمید ہے کہ توبہ کے قائم مقام ہو جائیں"۔

پھر مفتی صاحب نے کہا ایک بات اور عرض کرنا ہے:-

"اخبار تاج (جبل پُور) فلاں تاریخ، فلاں نمبر میں ہے کہ "الٰہ آباد کے ایک جلسۂ عام میں مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے کرسیٔ صدارت سے اعلان فرمایا کہ مقاماتِ مقدّسہ کا فیصلہ اگرچہ ہمارے حسبِ دلخواہ بھی ہو جائے تب بھی ہم اُس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک گنگا و جمنا کی مقدّس سرزمین کو آزاد نہ کرا لیں گے" ——— بحیثیت مسلمان ہونے کے گنگا و جمنا بھی آپ کے نزدیک مقدّس ہیں؟ استغفر اللّٰہ![2]

اِس پر آزاد نے کہا: "مَیں نے یہ پرچے نہیں دیکھے۔ لعنۃ اللّٰہ علیٰ قائلہٖ"۔[3]

[1، 2] محمد مسعُود احمد، پروفیسر: اکرامِ امام احمد رضا، مطبُوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۷، ۱۰۸

[3] جماعت رضائے مصطفٰے: روداد مناظرہ، مطبُوعہ نادری پریس بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۹

اِس پر بھی مفتی صاحب موصُوف نے یہی کہا:

"لعنت کے یہی الفاظ توبہ کے قائم مقام اخبارات میں بالاعلان شائع ہونے چاہئیں"۔

مفتی صاحِب کے اِن سوالات کی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اَور صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی نے داد دی بلکہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مفتی صاحب کے بارے یہ عرض کیا:۔

"حضُور! بُرہان میاں نے بہت جرأت و ہمّت سے کام لیا۔ یہ صرف حضُور ہی کا فیض ہے"۔[1]

مُفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں جدّ و جُہد کا زمانہ وُہی ہے جس میں ہم یہاں پر پنجاب میں ۱۹۳۶ء میں مُسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیرِ اہتمام مطالبۂ پاکستان کے لِئے مساعی کر رہے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں مَیں نے بحیثیت صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن و ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مُسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، آل انڈیا مسلم لیگ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی (زیرِ صدارت قائدِاعظم محمد علی جناحؒ) کو "خلافتِ پاکِستان" سکیم پیش کی۔ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ "لاہور ریزولیشن" کی شکل میں مطالبۂ پاکِستان پیش کر رہی تھی اَور ہم اِس موقع پر "خلافتِ پاکستان کانفرنس" مُنعقد کر رہے تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے جلسوں میں مفتی صاحِب رحمۃ اللہ علیہ سے سرسری ملاقات ہوئی۔ مگر بعد میں جب ان کے کمالات کا علم ہوا تو مجھے بے حد افسوس ہوا کہ مزید راہ و رسم کی صورت کیوں پیدا نہ ہو سکی۔ کاش اُن سے اِستفادہ کا موقع مِلتا اَور اعلیٰ حضرت کے محبُوب ترین شاگرد اَور خلیفہ کے فیوُض و برکات سے متمتّع ہونے کی سعادت مِلتی۔ مَیں سمجھتا ہُوں کہ "مطالبۂ پاکِستان" کے جو مقاصد ہمارے پیشِ نظر تھے ہُو بہُو یہی مفتی صاحِب کے خیالات معلوم ہوتے ہیں۔ آج کل بعض گم کردہ راہ لوگ قیامِ پاکستان کی غایت پر قِسم قِسم کے شکوک و شبہات پھیلا رہے ہیں۔ کوئی "قراردادِ پاکِستان" میں مین میخ نکالتا ہے اَور کوئی قائداعظم کے واضح موقف نفاذِ شریعتِ محمّدی (نظامِ مصطفےٰ) پر اِعتراض کرتے ہیں۔ اَور اُن کی طرف

---

[1] محمد مسعُود احمد، پروفیسر: مرتّب "اِکرامِ امام احمد رضا" مطبُوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۹

سے سیکولر نظام کی وکالت کا اِلزام دھرتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی وفات سے چند ماہ قبل کی تقاریر اَور بیانات کھُلم کھُلا اِسلامی نظامِ حیات کی تائید کرتی ہیں۔ مولانا عبدالحامد بدایُونی (متوفّی ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء)، کنوینر وفدِ حجاز سے ۳ مئی ۱۹۴۷ء کو ایک ملاقات میں اِسلامی حکومت کے دستور و آئین پر گفتگو کرتے ہُوئے قائدِاعظم نے فرمایا:۔

"اِسلام ایک ایسے مکمّل قانون کا نام ہے جس میں دین و دُنیا کا تمام نظام موجُود ہے، ہمیں مطلقاً اس کی ضرورت نہیں کہ ہم بالشوئزم یا مغرب کے دُوسرے قوانین کی تقلید کریں۔ ہمارا مستقبل اَور ہمارا دَورِ حکومت وہی کامیاب ہوگا جو قرآنی دستور کے مطابق ہو ـــــــ سوشلزم اَور مغرب کے قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جب کہ ساری دُنیا قرآن و اِسلام کی جامعیت کو تسلیم کر لے گی۔

قائدِاعظم نے حضرت مولانا کو اُن کی خدمات پر جو آپ نے عرب و حجاز میں[1] جا کر فرمائیں مُبارک باد دی"۔[2]

مُفتی صاحِب کی ذاتِ بابرکات چُونکہ ہمارے لِئے دینی اَور دُنیاوی سعادتوں کی حامل ہے اَور وحدتِ فکر و عمل کا تقاضا ہے کہ یہاں پر قیامِ پاکِستان کے مقاصد کا مختصر تذکرہ کِیا جائے تاکہ ایک طرف مفتی صاحب کے افکارِ عالیہ سے رُوحانی اِتحاد ثابت ہو جائے اَور دُوسری طرف منکرین، منافقین اَور زائغین کے خیالاتِ باطلہ کی تردید ہو جائے۔ یہ اِقتباس "تحریکِ خلافتِ پاکِستان" کے منشور مطبوعہ ۱۹۷۰ء سے پیش کیا گیا ہے۔

اِسلام اَور پاکِستان

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح قیامِ پاکستان سے قبل پاکستان کے نصب العین نے ساری مِلّت میں اتحاد پیدا کر دیا تھا اُسی طرح اَب پاکستان بن جانے کے بعد وُہ کون سے مقاصد ہیں

---

[1] تفصیل کے لِئے "وفدِ حجاز کی رپورٹ" مرتّبہ الحاج حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری بدایُونی، کنوینر وفد آل انڈیا مُسلم لیگ، شائع کردہ مجلسِ عمل آل انڈیا مسلم لیگ، دریاگنج دہلی اَور "البیان" مرتبہ الشیخ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری، رئیس وفد الرابطۃ الاسلامیہ الہندیہ، مطبوعہ میرٹھ ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء دیکھی جائے۔

[2] اخبار دبدبۂ سکندری، رام پُور شمارہ $\frac{30}{31}$ جلد ۸۵، مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۹۴۷ء، ص ۸

جن کی خاطر قوم کے تمام بکھرے ہوئے طبقات اور گروہ یکجا ہو سکتے ہیں ۱۹۴۵ء میں گاندھی جناح خط و کتابت کے دوران قائدِ اعظمؒ نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کے اعتقادات، اقدارِ حیات، رہنے سہنے کے ڈھنگ اور زندگی کے مقاصد غیر مسلموں سے جدا ہیں۔ جب تک ایک جدا ملک میں مسلمانوں کی ایک جدا خود مختار حکومت قائم نہیں ہو جاتی یہ مقاصد پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے۔ پاکستان کی شکل میں جدا وطن قائم ہو گیا اور آزاد اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی بن گئی۔ لیکن جب مقاصدِ زندگی کی اقدار کا سوال پیدا ہوتا ہے تو کہیں فرقہ وارانہ اختلافات سامنے آجاتے ہیں، کہیں مختلف مکاتبِ فکر آپس میں ٹکراتے ہیں اور کہیں مختلف سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے کی رقابت میں سچ کو سچ ماننے پر بھی تیار نہیں۔ لے دے کر اگر کوئی مقصد ہے جس سے کسی ایک پاکستانی کو بھی اختلاف نہیں تو وہ تحفظِ پاکستان ہے۔ اس پر سب کو اتفاق ہے کہ پاکستان کو بچانا اور ترقی دینا چاہیئے۔ تعبیر اور تاویل میں کتنا ہی اختلاف کر لیجئے لیکن اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان کی بنیاد اسلام اور صرف اسلام پر ہے۔

محمد عبدالستار خان نیازی

نیازی منزل، ۲۲۔ اونکار روڈ

اسلام پورہ۔ لاہور

۱۴۔ اگست

۱۹۸۶ء

عرضِ ناشر

تحریکِ پاکستان کوئی ایسا قصّۂ پارینہ نہیں ہے کہ لوگوں کے اذہان میں اس کے نقوش محفوظ نہ رہے ہوں۔ ابھی تو اس تحریک کے سرگرم ارکان کی ایک کھیپ زندہ و سلامت ہمارے درمیان موجود ہے۔ جو نئی نسل کو حقائق سے روشناس کر سکتی ہے، لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ تحریکِ پاکستان کے کھلے دشمن کانگریس نواز ملّا مسلسل جھوٹ بول کر خود کو آزادی کا ہیرو اور سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے اکابر کو مسلم لیگ اور پاکستان کے قیام کا مخالف ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ غالباً وہ گوبلز کے اس قول کو سچ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ اس قدر مسلسل جھوٹ بولو کہ سچ معلوم ہونے لگے۔

قیامِ پاکستان کے بعد بدقسمتی سے مسلم لیگی زعماء میں سے صفِ اوّل کے قائدین یعنی قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور قائدِ ملّت لیاقت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی نے وفا نہ کی اور اقتدار و اختیار اُن لوگوں کے پاس منتقل ہو گیا جو ذاتی اغراض اور کرسی نشینی کی جنگ میں اُلجھ کر رہ گئے۔ افراتفری کے اس عالم میں شعبدہ بازوں کی بن آئی اور وہ جو کانگریس کے حاشیہ بردار اور ہندوؤں کے نمک خوار تھے پاکستان میں اسلام کے ٹھیکیدار بن گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قیامِ پاکستان کے مقاصد نظر سے اوجھل ہونے لگے اور طالع آزماؤں نے پاکستان کے قیام کو خالص "معاشی ضرورت" قرار دے ڈالا۔ اور اب تو نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ پاکستان کی سالگرہ کے موقع پر دریدہ دہن "پاکستان توڑ دو" کے مکروہ نعرے لگاتے ہیں اور کوئی اُن کے منہ میں لگام دینے والا نہیں بلکہ اربابِ اختیار ایسے لوگوں کی عبادت کو سعادت سمجھتے ہیں۔

کانگریسی مُلّا گزشتہ چالیس برس سے مسلسل مسلمانانِ برِّصغیر پاک و ہند کی عظیم اکثریّت یعنی اہلِ سُنّت و جماعت اور اس کے اکابر کی تحریکِ آزادی میں خدمات کو فروتر ثابت کرنے اور اپنے بڑوں کے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی سعیٔ لاحاصل کر رہے ہیں۔ آئے دن ایسے چیتھڑے منظرِ عام پر آتے ہیں جن میں سیاق و سباق سے ہٹ کر اور عبارتوں کو توڑ موڑ کر عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

حقائق بہر حال حقائق ہیں۔ جھوٹ و افترا کی ہزار ہا تہیں بھی اس نور کو دھندلا نہیں سکتیں۔ ہم نے تہیّہ کر رکھا ہے کہ تاریخ کے اوراقِ گم گشتہ میں سے جو ورق بھی ہاتھ آئے گا اُسے جھاڑ پونچھ کر

نئی نسل تک ضرور پہنچائیں گے کہ یہ امانت اُن تک مُنتقل کرنا ہمارا فرضِ منصبی ہے۔

زیرِ نظر کتابچہ یکم تا ۳ جنوری ۱۹۴۰ء جبل پور (سی پی) میں منعقد ہونے والے مُسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں حضرت مولانا مفتی محمد بُرہان الحق رضوی رحمۃ اللہ علیہ، صدر ضلع مُسلم لیگ جبل پُور کے خطبۂ صدارت پر مبنی ہے۔ اِس نادر و نایاب خطبہ کا ایک ایک لفظ عُلمائے اہلِ سُنّت کی سیاسی بصیرت، مُسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کے ساتھ اُن کے والہانہ لگاؤ اور اُس دَور میں عوام اہلِ سُنّت کی جذباتی کیفیّات کا آئینہ دار ہے۔ یہ آئینہ دِکھا کر ہم دریدہ دہن مخالفین سے سوال کرتے ہیں کہ اگر فکرِ آخرت کا ذرا بھی پاس ہے تو ایمان سے کہو کہ تحریکِ پاکستان کی صفِ اوّل کے راہنما کون تھے؟ اہلِ سُنّت کے اکابر یا تمہارے بڑے؟

یہ نادر و نایاب دستاویز ہمیں ہمارے محترم جناب حکیم محمّد موسیٰ صاحب امرتسری مدّظلہٗ کی وساطت سے دستیاب ہُوئی ہے جس کے لِئے ہم موصُوف کے تہِ دل سے شکر گزار ہیں۔

قمر الدّین
ناظمِ مکتبہ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخین کا متفقہ فیصلہ

مُسلم لیگ کو ووٹ دے کر کانگریس کو شکست دی جائے

آل انڈیا سُنّی کانفرنس مسلم لیگ کے ہر اُس طریقۂ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اُٹھائے سُنّی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں۔ دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصّہ میں آئینِ شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ الحاج مصطفےٰ رضا قادری (جانشین اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) ٭ (حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین مراد آبادی ناظم اعلےٰ آل انڈیا سنی کانفرنس ٭ (حضرت صدر الشریعت مولانا مفتی) امجد علی ٭ (حضرت مولانا شاہ) عبد الحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس ٭ (مفتی اعظم حضرت مولانا) محمد ابراہیم القادری (بدایونی، بمبئی) ٭ (حضرت مولانا شاہ) سید صباح الحق سجادہ نشین پھپھوند ٭ (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ قادری خطیب خیر المساجد میرٹھ ٭ (حضرت مولانا شاہ) محمد ابراہیم رضا جانشین حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی ٭ (حضرت مولانا مفتی) محمد ابراہیم سمستی پوری صدر المدرسین العلوم شمس العلوم و ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں ٭ (مولانا) تقدس علی خاں رضوی مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی ٭ (مولانا) عبد المصطفےٰ اظہری مبارکپوری ٭ (مولانا) محمد اسمٰعیل محمود آبادی ٭ (مولانا) غلام جیلانی ٭ (مولانا) محمد ایوب قادری ٹانڈوی ٭ (مولانا) ابو المعالی شمس الدین احمد جونپوری صدر المدرس مدرسہ مظہر حق ٹانڈہ ٭ (مولانا) محمد نذیر الاکرم مراد آبادی ٭ (مولانا) غلام معین الدین نعیمی مہتمم آل انڈیا سنی کانفرنس ٭ (مولانا) ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات ٭ (مولانا) غلام جیلانی صدر المدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ٭ (مولانا قاضی) احسان الحق نعیمی ناظم تبلیغ جامعہ نعیمیہ مراد آباد ٭ (مولانا) سید عبد الحق قادری اعظمی ٭ (مولانا) محمد مختار اشرفی نعیمی جموں کشمیر ٭ (مولانا) عبد المصطفےٰ مدرس دار العلوم اشرفیہ ٭ (مولانا) محمد شاہ اللہ مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس ٭ (مولانا) اختصاص الدین نعیمی ٭ (مولانا) محمد مصطفےٰ علی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ٭ (مولانا) رفیق الدین ٭ (مولانا) غلام محی الدین مراد آبادی ٭ (مولانا) عبد الرحیم احمد آباد ٭ (مولانا ابو الفرح) محمد علی آنولوی ٭ (مولانا) سردار علی منظر اسلام بریلی ٭ (حضرت مولانا) محمد اجمل سنبھلی ناظم اجمل العلوم سنبھل ٭ (مولانا) محمد طفیل احمد مدرس مدرسہ فیروزپور ٭ (مولانا الحاج) سردار احمد صدر المدرس منظر اسلام بریلی ٭ (مولانا) وقار الدین پیلی بھیتی ٭ مدرس مدرسہ قیصر الاسلام بریلی ٭ (مولانا) محبوب حسین اشرفی سنبھل ٭ (مولانا) محمد سالم اعظمی ٭ (مولانا) عبد الغفور بھوجپور ٭ (مولانا) محمد شہاب الدین ٭ (مولانا) عبد الرشید مدرس ... پور سیدان سیالکوٹ ٭ (مولانا) محمد ابراہیم اعظمی ٭ (مولانا) عبد الغفور مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی ٭ (مولانا) محمد یٰسین مظفر پوری ٭ (مولانا) فضل غنی مدرس منظر اسلام بریلی ٭ (مولانا) فضل الصمد سجادہ نشین پیلی بھیت ٭ (مولانا) محمد سلیمان صدر المدرس ... المدارس کانپور ٭ (مولانا) محمد محبوب صدر المدرس کانپور ٭ (مولانا مفتی) عبد الرؤف صدر المدرس مدرسہ قومیہ میرٹھ ٭ (مولانا) مختار احمد مدرس مدرسہ اہلسنت امرتسر ٭ (مولانا) احسان علی مظفر پوری مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی ٭ (مولانا) انوار احمد مدرسہ منظر اسلام بریلی ٭ (مولانا) نور الہدےٰ رضوی مظفر پوری ٭ (مولانا) محمد ذکی نعیمی کچھوچھوی ٭ (مولانا قاضی) فضل غنی مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی ٭

ناشر

محمد یعقوب حسین ضیاء القادری پروپیگنڈہ سکریٹری ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں یو۔پی

(مطبوعہ۔ عادل الیکٹرک پریس، دہلی)

عکس: تاریخی فتوے، مطبوعہ دہلی جنوری ۱۹۴۶ء

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

خُطبۂ صَدَارَت

از

محمد برہان الحق

صدر مجلسِ استقبالیہ
مسلم لیگ کانفرنس
ضلع مسلم لیگ جبل پور

منعقدہ عیدگاہ جبلپور
بتاریخ ۱-۲-۳ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

خیر مقدم

سُلطان القائدین محمّد علی جناح

سلطانِ قائدین محمّد علی جناح — شد بہرِ ہند نعرۂ صدقش جَلی نجاح

———— ›‹ ————

فرزانۂ زمانہ محمّد علی جناح — ہمت سے اِن کے ہند نے پائی بڑی نجاح

شیرِ بنگال ابوالقاسم مولوی فضلِ حق

قدومِ میمنتِ فضلِ حق مبارکباد — وزیرِ اعظمِ بنگال باد۔ دائم شاد

صدورِ مفتخرش نورِ بخشِ سی، پی شد — قلوبِ اہلِ جبل پور گشتہ۔ زندہ مراد

عزیزِ ملت بیرسٹر عبدالعزیز

عزیزِ قوم ز پٹنہ بہار۔ می آید — خوشا نصیب زپٹنہ۔ بہار می آید

بیرسٹر ظہور احمد

سیاست کا وہ آفتابِ درخشاں — ظہور احمدِ سر در سر فراز اں

جبل پور میں خیر مقدم سے اِن کے — ہوا مجلسِ لیگ کا بخت تاباں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم،

الحمد للہ وحدہٗ والصلاۃ والسلام علیٰ مَنْ لا نبی بعدہٗ

صدرِ محترم و اخوانِ ملّت و زعمائے قوم - اس دورِ ابتلا اور زمانہ امتحان میں جبکہ مسلمانانِ ملک متوسط عموماً اور مسلمانانِ جبلپور خصوصاً سخت آزمائش کی گھاٹیاں طے کر رہے تھے - اور ابنائے وطن کی بہا سبھائی اور کانگریسی تنگ نظری نے ہمیں اپنا ہدفِ تعصب بنایا ہوا تھا - ہمارا مذہب ہمارا تمدن - ہماری زبان - ہماری تہذیب - ہماری معاشرت پر کانگریسی حکومت کے آرے چل رہے تھے - اور سرد آہوں کے ساتھ ہماری درد بھری دعائیں آسمانوں کے ناقابل عبور پردوں کو - اپنی پُر تاثیر سرعت کے ساتھ ہٹاتی ہوئی عرشِ الٰہی کو ہلا رہی تھیں - اور ہمارے سراپا معصیت مگر پُر امید قلوب منتظر تھے کہ کب مجیب الدعوات ان منحوس گھڑیوں کا خاتمہ کرتا ہے - اور اس کے فضل سے کب ہمیں اِس ناقابل برداشت ظلم سے نجات ملتی ہے - عین مایوسی کے وقت ہماری دعائیں رنگ لاتی ہیں - ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں کہ درِ اجابت وا ہوا اور۔ ع

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید = کا کیف آور نظارہ ہمارے سامنے ہے - دورِ ظلم و ستم ختم ہوا - ظالموں کی حکومت سے ہمیں نجات ملی - اور اس کے بعد جبکہ ہم نجات کے یوم مسرت پر ۲۲ دسمبر ۳۹ء کو اپنے سکون و اطمینان کا اظہار کرتے ہیں - معاً پروردگارِ عالم کی بے شمار عنایتوں سے بھرا ہوا خوانِ رحمت لے کر ۱۹۴۰ء کی سب سے پہلی صبح کا آفتاب ہم پر طلوع ہوتا ہے - اور ہم اپنے معزز مہمانوں - کشتی سیاست کے ناخداؤں اور ملت اسلامیہ کے سیاسی مضبوط تر ستونوں - اور اپنے زعماءِ قوم کے خیر مقدم کے لئے اپنی آنکھیں فرشِ کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں ؎

رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانہ تست — کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

صوبہ متوسط گرامی حضرات ہمارا صوبہ - ملک متوسط یا سنٹرل پراونس کہلاتا ہے - یا یوں کہیئے کہلاتا تھا - اس صوبہ میں ہندوؤں کی تعداد قریب قریب ۹۶ فیصدی ہے - اور مسلمان بہ نسبت اور صوبوں کے بہت ہی کم ہیں - یعنی صرف ۴ فیصدی - ہمارا خیال ہے اور یہ خیال یقین کا درجہ رکھتا ہے کہ اسی واسطے کانگریس کے ڈکٹیٹر مسٹر گاندھی نے اپنے دارِ سامریت سابرمتی کو چھوڑ کر اس صوبہ کو اپنا استھان بنایا - ظاہر ہے کہ رام راج کے واسطے

جس کا دوسرا نام سوراج رکھا ہے اِس سے بہتر کوئی اور دوسرا صوبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اِس لئے ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اِس صوبہ میں جو کچھ بھی ہوا۔ وہ مسٹر گاندھی کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ اور چونکہ ہم دیکھتے تھے کہ سی، پی کے وزرا ان کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے۔ اس لئے یہ سب کچھ انہی مہاتما جی کے اشارہ اور ایما سے ہوا۔

مسلمان مسٹر گاندھی کو اس وقت سے پہچانتے ہیں۔ جب خلافت کے جوش کے زمانہ میں ہجرت کی تحریک کے آپ زبردست حامی تھے۔ اُس وقت مسلمانوں کو جناب کی ذات سے جو نقصان عظیم پہنچا وہ ابھی بھولا نہیں ہے۔ آج آپ سارے ہندوستان کے ہیرو بن کر فرماتے ہیں کہ باہمی جھگڑے ہم آپس میں طے کرلیں گے۔ پورن سوراج یعنی مکمل آزادی ہندوستان کو فوراً ملنی چاہیئے۔ اس میں بھی کوئی راز دروں معلوم ہوتا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم

سوراج یا رام راج

بہی کھاتہ سنبھالنے والے گدّی نشینوں اور پوجا پاٹ کی ڈکھنا پر گزر کرنے والے پنڈتوں کے کرسیٔ وزارت پر براجتے ہی۔ ہندو راج کا خواب دیکھنے والے سورماؤں کو تکمیل تعبیر کے منصوبے سوجھنے لگے اس کے بعد دو ڈہائی برس کے زمانہ میں اس صوبہ میں ہم پر کیا گذری ؎

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالوں میں سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

تفصیل کے ساتھ تمام معاملات بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم جلد چاہیئے۔ اس قلیل وقت میں اس کا موقعہ نہیں۔ شاید اس کا موقع آگے چل کر آئے۔ تاہم مشتے نمونہ از خروارے۔ میں چند باتیں پیش کرتا ہوں۔

نمبر ۱۔ ہمارے صوبہ کے سابق وزیر تعلیم حال رٹائرڈ وزیراعظم مسٹر روی شنکر شکلا نے اپنے پہلے ہی دورہ میں جبلپور اور ساگر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "تاریخ ہمیں سبق دیتی ہے کہ جس قوم کو حکومت حاصل ہوئی اُس نے محکوم اقوام کی زبان مذہب اور تمدّن کو غارت کیا۔ تب ہی وہ چین سے حکومت کرسکی۔ اب چونکہ ہندوستان میں کانگریس کی حکومت ہے۔۔ اِس لئے ہندوستان میں وہی رہ سکتا ہے جو کانگریس کا پرچار کرے۔" بالفاظ دیگر۔ " جو اپنی زبان۔ مذہب۔ اور تمدّن کو غارت کرانے کے لئے تیّار ہو۔" وزیراعظم مسٹر شکلا کے ان کلمات کے سبب ہندو راج کے خواب وخیال نے کانگریسیوں

اور اُن کے ہمنواؤں کے قلوب میں مستقل جگہ قائم کرلی۔ جس کی خونی تعبیر وزارت کانگریس کے تاریک کارناموں کی تاریخ میں آتشیں حرفوں سے درج ہوکر نامعلوم مدّت تک مطالعہ کرنے والوں کے لئے درس عبرت کا کام دے گی۔

نمبر ۲۔ وزیر تعلیم مسٹر شکلا کے ان کلمات سے ابتداءً مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی اور وہ بہت مضطرب ہوئے۔ لیکن یہ گھبراہٹ فوراً اطمینان میں۔ اور اضطراب استقلال میں منتقل ہوگئے اور مسلمان اپنے اوپر آنے والے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے سر بکف تیّار ہوگئے۔

حضرات۔ جو مسلمان ہے وہ اپنے یہاں کی روایات سے مجبور ہے۔ وہ مصیبت کے وقت مایوس نہیں ہوتا۔ سرکش کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ مسلم رہنماؤں اور پیشواؤں نے ایسی پختہ مثالیں قائم کردی ہیں کہ اُن کے نقش قدم پر جبین نیاز رکھنا مسلمان کی فطرت ہے۔ مسلمان کا بچّہ بچّہ جانتا ہے کہ ؏۔

سر دا دندا دوست در دست یزید۔ اس کا ایمان ہے کہ ؏ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔

نمبر ۳۔ شکلا جی نے اپنے تاریخی سبق پر عمل درآمد کرنے کے لئے ودّیا مندر اسکیم ایجاد فرمایا۔ مدرسے۔ اسکول۔ پاٹھ شالا۔ مندر کے نام سے نامزد کئے جائیں۔ اور اُس کا نخر صرف اسی بدنصیب صوبہ کو حاصل ہوا۔ ہندوستان بھر میں کسی دوسرے صوبہ کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی انتہائی قلّت اور دیہاتوں میں اُن کی غایت کمزوری کے سبب شکلا جی کی اسکیم نے سی۔ پی۔ میں عملی جامہ پہن لیا۔ شکلا جی کا اور صحیح معنوں میں گاندھی جی کا مدعا سے دلی یہ تھا۔ کہ ہندی پڑھ کر مسلمان اُردو کو بھول جائیں۔ مندر میں جاکر سرسوتی کی مورت اور گاندھی جی کی تصویر کے آگے جھک کر اسلام کو خیرباد کہیں۔ بندے ماترم کا مشرکانہ گیت گائیں۔ گاتے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں۔ اور رفتہ رفتہ ہندو ذہنیت میں رنگ جائیں لیکن اُن کی یہ تمنّا پوری نہ ہو سکی اور سخت جان مسلمانوں نے اُن کی ہر مشرکانہ تحریک کا ڈٹ کر سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کی زبردست مخالفت کے اثر کے لحاظ سے وزارت کانگریس کے ان تجویزوں کا عدم وجود برابر ہوگیا۔

نمبر ۴۔ وزارت قائم ہوتے ہی گاندھی جی کے چیلوں کو فکر ہوئی کہ وزارت کا لالچ دے کر کسی مُسلمان کو پھانسا جائے کہ اُس کی آڑ میں شکار کھیلنے کا موقع ملے۔ افسوس کہ اس میں وہ کامیاب ہوگئے۔ اور میرے دوست مسٹر یوسف شریف نے مُسلم لیگ کو خیرباد کہہ کر وزارت لے لی۔ مسلمان

حیران تھے کہ ایسا مخلص اور مسلمانوں کا خیر خواہ کانگریسی ہوگیا۔ اور اُن کے احباب جو اس یکایک انقلاب کے نتیجہ کو قرائن سے سمجھتے تھے۔ درد کا یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

چلا ہے اُف دلِ راحت طلب کیا شاد ماں ہوکر — زمین کوئے جاناں رنج دے گی آسماں ہوکر

تھوڑے ہی دن بعد مسٹر یوسف شریف کانگریسی وزیر قانون نے ایک مسلمان قیدی کو میعادِ قید ختم ہونے سے کچھ عرصہ پہلے خاص وجوہ کی بناء پر رہا کر دیا۔ شاید کانگریسی دورِ وزارت میں شریف صاحب کے لئے یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ اُنھوں نے ایک مسلمان کے طرف اپنے قانونی اختیار کو مبذول فرمایا۔ اور اس جرم میں وزارت سے نکالے گئے۔ کیا حسرت ناک نظارہ تھا جنہوں نے وزارت کا لالچ دے کر اون کی معاونت کا وعدہ کیا تھا۔ جب اُن کی طرف شریف صاحب کی نظر اُٹھتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ خنجر بکف دشمن و نشتر بکف دوست اور جب گھبرا کر اپنے پرانے رفیقوں کی اور قدیم خیر اندیشوں کی طرف دیکھتے تھے تو کان میں آواز آتی تھی ؎

اسی باعث تو قتلِ عاشقاں سے منع کرتے تھے — اکیلے پھر رہے ہو یوسفِ بے کارواں ہوکر

ب۔ شکلا جی نے چار مسلمانوں کے قتل پر ہندو مجرموں کے خلاف کافی شہادت ہونے کے بعد جب اُنھیں معلوم ہوگیا کہ چارج لگ جائے گا۔ اور مقدمہ سشن سپرد ہو جائے گا۔ نہایت جسارت کے ساتھ مقدمہ اُٹھالیا اور ملزم مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے آزاد ہوگئے۔ اور کانگریس نے وزارت کی پیٹھ ٹھونکی۔ ؎ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ج۔ جب مہتا جی وزیر قانون ہوئے۔ اُنھوں نے ایک معصوم لڑکی کے ہندو قاتل کو جسے سشن سے سزائے موت ہوئی اور ہائی کورٹ سے وہی سزا بحال رہی۔ اِس بناء پر چھوڑ دیا کہ سشن جج اور ہائیکورٹ نے غلطی کی۔ مہتا جی کی اس غیر منصفانہ بہادری پر سب نے بغلیں بجائیں اُن سے کچھ باز پرس نہ ہوئی۔ کیا اس کی مثال برٹش انڈیا کی تاریخ میں کہیں مل سکتی ہے۔ یہ ہے وہ راج جس کو ہمارے ابناء وطن سوراج کہتے ہیں۔ اور ہم رام راج نام رکھتے ہیں۔ یہ تین مثالیں مسٹر یوسف شریف مسٹر شکلا۔ اور مسٹر مہتا کی ہم نے پیش کی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان انھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کبھی سوراج یا رام راج کے دام تزویر میں نہ پھنسیں گے۔ کیونکہ آج کل بعض زر پرست مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر کانگریس مسلمانوں میں مسلم ماس کنٹکٹ کا اثر پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے۔

۵ مسلمانوں کا سرکاری ملازمتوں پر تقرر یک لخت بند کر دیا گیا۔ دو سال سے ایک بھی مسلمان اکسٹرا اسسٹینٹ مقرر نہیں کیا گیا۔ کانگریسی دورِ وزارت میں ہندو پندرہ تحصیلدار ترقی دے کر اکسٹرا اسسٹینٹ بنا دیئے گئے کیا ایک بھی مسلمان اس قابل نہ ملا کہ اُسے یہ ترقی دی جاتی؟ اسی طرح پولیس افسروں میں مسلمانوں کی بھرتی بند کر دی گئی۔ پولیس ٹریننگ کالج ساگر میں ایک بھی مسلمان کا پتہ نہیں۔ گویا کانگریسی وزارت کی قوم پرستی کا یہ ایک نظام تھا کہ آیندہ مجسٹریٹی اور پولیس میں مسلمان صفر رہیں اور یہ دونوں اہم محکمے کلیتہً ہندوؤں کے ہاتھ میں آکر مسلمانوں کو رام راج کا مزہ چکھائیں۔ بظاہر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تقرر اُن کی تعداد کے تناسب سے ہونا چاہیئے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اس قاعدہ کی پابندی برہمنوں کے معاملہ میں بھی کیجائے تو کوئی سننے کے لئے تیار نہیں۔ برہمنوں کی تعداد مسلمانوں سے بہت ہی کم ہے۔ لیکن وہ ملازمتوں پر مسلمانوں سے بیس گُنے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ ہندو ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ گونڈ۔ کول اور دوسری شودروں اور اچھوتوں نے اپنے حقوق کا بخشش نامہ برہمنوں کے حق میں نہیں لکھ دیا ہے کہ یہ مہاراج لوگ اچھوتوں کے حقوق کا اپنے کو وارث سمجھتے ہوئے اُن کے حصّہ کو خود غصب کر لیں۔ لیکن ہماری یہ کھری باتیں کون سنتا ہے۔ انصاف اور سوراج دو متضاد چیزیں ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ گاندھی جی کے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی تمنائیں شکلا جی اور مصرا جی کو مجبور کرتی ہیں۔ کہ پولیس اور مجسٹریٹی کے محکمہ جات خالص ہندو محکمے ہو جائیں۔ ہم یہ جانتے ہیں ان تمنّاؤں کے پوری ہونے کے بعد ہم مسلمانوں کی زندگی یقیناً سخت دشوار ہو جائے گی۔ لیکن ہم اپنی روایات قدیمہ کے پابند۔ انشاء اللہ العزیز اس وقت بھی اپنے استقلال کی مثالیں قائم کریں گے۔ اور صفحاتِ تاریخ ہماری آنے والی نسلوں کے لئے درسِ عبرت کا سرمایہ پیش کریں گے ؎

نر شمع ساں کٹا ئیے پر دم نہ ماریئے — منزل ہزار سخت ہو ہمّت نہ ہاریئے

ہندوستان اور مسلم اقلیت

ہماری نسبت کہا جاتا ہے کہ ہمارا شمار اقلیت میں ہے۔ لارڈ زٹلینڈ سکریٹری آف اسٹیٹ فرماتے ہیں "ہم مسلمان تعداد میں کم ہیں"! ایسی بے معنی اور مہمل باتیں ایک مدبر کی زبان سے حیرت انگیز ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یورپ میں انگریز اقلیت میں ہیں یا تعداد میں کم ہیں تو اسے بالکل بے معنی اور مہمل کہا جائے گا۔

حضرات! یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان یورپ کی طرح ایک برّاعظم

ہے اور اس میں یورپ کی طرح بہت سے ملک ہیں جن میں متعدد قومیں ۔مختلف المذہب ۔مختلف المعاشرۃ مختلف الخیال آباد ہیں ۔ایسی صورت میں اکثریت اور اقلیت کا سوال پیدا کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی ۔

شکلاجی کی حرکت مذبوحی مسٹر شکلا ریٹائرڈ چیف منسٹر سی ۔پی نے اپنے گذشتہ بیان میں اپنے کرتوت کے متعلق ایک بیان دیا ہے کہ "انھوں نے جو کچھ کیا گورنروں کی صلاح اور استمزاج سے کیا" اس بیان سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے پہلی تو یہ کہ اگر سب کارروائیاں گورنر کے استمزاج اور صلاح سے ہوئیں تو آپ کے سوراج کے خواب کی کیا تعبیر ہوئی ۔ تمام مظالم میں آپ گورنر کے آلہ کار رہے ۔کیا یہ سوراج تھا ۔دوسرے یہ کہ شکلاجی کے ضمیر نے محسوس کر لیا کہ اُن کی تمام کارروائیاں بالکل فرقہ پرستانہ ۔اور سخت قابل اعتراض تھیں ۔اور مسلمانوں کا احتجاج بجا تھا ۔جناب کو کوئی بچت کی صورت نظر نہ آئی تو گورنر کی آڑ لینے دوڑے ۔خود ان کارروائیوں کی صحیح توجیہہ کرنے سے قاصر ہیں ۔

اوّل تو ہم اس بیان کو صرف ایک بہانہ سازی سمجھتے ہیں اور ہرگز اسے ماننے کیلئے تیار نہیں

دوم ۔اگر اسے بفرض غلط مان بھی لیا جائے تو اس میں گورنر کی کوئی ایسی سیاسی چال تھی جس کی ہوا تک شکلاجی کے دماغ کو نہ پہنچ سکی ۔ بہرکیف ؎

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی آج کل مسٹر گاندھی اور اُن کی پارٹی کو کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کی رٹ لگی ہوئی ہے اس میں کیا راز پنہاں ہے ۔ یہ ہمارے محترم سلطان القائدین ۔مسٹر محمد علی جناح نے بہت واضح طور پر بتا دیا ہے ۔گاندھی جی فرماتے ہیں ۔"کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی سے ہندوستان کی ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی ۔" اگر حقیقت یہ ہے ۔اور بقول مہاڈکٹیٹر صاحب ہندوستان کی سب خرابیوں کا یہی ایک مسیحائی علاج ہے تو اس میں دیر کیوں ہے ۔آپ ہندوستان کے ہیرو ۔اور مہاڈکٹیٹر سمجھے جاتے ہیں اور آپ کے چیلے تمام ہندوستان کے نمائندہ ہونے کے مدعی ہیں ۔ایسی صورت میں کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کی طلبی میں کیوں توقف فرمایا جا رہا ہے اس توقف کا سبب بالکل ظاہر ہے کہ آنجناب اینڈ کمپنی کے تمام دعوے حقیقت سے بہت دور ہیں ۔ شودر اور اچھوت قومیں جو ہزاروں برس سے غلامانہ زندگی بسر کر کے آپ لوگوں کے مظالم کا تجربہ اُٹھا چکے ہیں وہ میلوں دُور سے آپ کی

کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کو ڈنڈوت کریں گے ۔پارسی اسے اپنے مفاد کے قطعی خلاف سمجھیں گے ۔ عیسائیوں کے لئے یہ فنا کی دعوت ہے ۔اور اس میں تو آپ کو شک نہ رکھنا چاہیئے ۔ کہ ہم مسلمان اس کی دھجیاں انشاء اللہ اُڑا دیں گے ۔ جب کانگریسی ہائی کمانڈ کو یہ معلوم ہوا کہ ان موانع شدیدہ کے سبب ایسی اسمبلی جمع ہونا ناممکن ہے ۔پھر یہ بیکار رٹ کیوں ہے ۔ منشا یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ اپنے قدیمی مراعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب کو ہانک کر ایک جگہ جمع کر دے ۔ پھر گاندھی جی اور ان کی ذرّیت کو اپنی تمنائیں پوری کرنے کا موقع ملے یہ ہے وہ راستہ جو گاندھی اینڈ کو نے سوراج ۔یا رام راج یا ہندو راج حاصل کرنے کا نکالا ہے ۔

ڈومنین اسٹیٹس یہاں پر یہ مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں ۔ وہاں ہز ایکسیلنسی وائسرائے بہادر اور آنریبل سکریٹری آف اسٹیٹ کو ستم ظریفی کی سوجھی ہے فرماتے ہیں ہندو اور مسلمان اتفاق کر لو ۔ اور ہندوستان میں ایک نیشن بنا لو ۔ پھر چاہے تو ڈومینین اسٹیٹس لے لو اس کے سوا اور بھی جو مراعات چاہو لیں گی یہ دونوں ذمہ داران حکومت برطانیہ خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان میں اکثریت کے دعویدار قوم کی موجودہ ذہنیت میں ہندو اور مسلمانوں کا اتفاق قطعی ناممکن ہے ۔ علاوہ اِس کے ہندوستان بھر میں ایک نیشن نہ کبھی تھا ۔ نہ اب ہے نہ آیندہ ہو سکتا ہے ۔

ہم ان ذمہ داران حکومت برطانیہ سے اس کے جواب میں مودبانہ استفسار کرتے ہیں کہ انگریز ۔ فرانسیسی ۔ جرمن ۔ اٹالین وغیرہم اقوام یورپ سب اصولاً ایک مذہب عیسائیت کے پیرو ہیں ان تمام کی ۔ تہذیب ۔ معاشرت یکساں ہے ۔زبان بھی قریب قریب ملتی جلتی ہے ۔ مگر آپ سب مل کر ایک نیشن نہیں بنا سکتے ۔تو ہندوستان میں یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے جہاں فرانٹیر (سرحد) کی زبان ۔معاشرت ۔ مذہب بلحاظ اکثریت مدراس سے بالکل جدا ۔ اور بنگال کی معاشرت ۔ زبان مذہب بلحاظ اکثریت گجرات سے قطعی علحدہ ہے ۔تو اگر آپ لوگ جرمنی اور دوسری اقوام یورپ سے اتفاق کر کے ایک نیشن بنا لیں پھر ہم بھی آپ کے نقش قدم پر چل کر ہندوؤں سے اتفاق کر لیں گے اور ہندوستان میں ایک نیشن قائم کر لیں گے ۔جیسا وہ ناممکن ویسا ہی یہ محال ۔

جبلپور میں مظالم کانگریس کی فہرست ۔ وزارت کانگریس کے بعد ہندو راج ۔

یارام راج کے متوالوں نے (۱) مسجد پر حملہ کر کے کفارہ کی گائے چھیننے کے منصوبے باندھے (۲) اور اس کا اعلان کیا گیا دسہرہ ۱۹۳۸ء میں اعلان امن واطمینان کے بعد (۳) نہتے مسلمانوں پر حملے کئے گئے (۴) ایک ہندو کی مشتبہ موت پر ایک مسلمان کو دس سال کی سزا دی گئی (۵) ڈاکٹر کھرے کی کانگریسی وزارت کے قریب قریب ایک ماہ تک تفتیش کے بعد رپورٹ کا اخفا کیا گیا۔ (۶) ہولی میں مسلمانوں کے محلوں مکانوں۔ راستہ چلتے مسلمانوں پر حملے کئے گئے (۷) چار مسلمان شہید ہوئے (۸) چونتیس ۳۴ قاتل ضمانت پر آزاد رکھے گئے (۹) وزارت کانگریسی نے اپنے اختیار خصوصی سے بالکل رہا کر دیا (۱۰) تحصیل کٹنی میں بابو محمد یونس کو قتل کے جرم میں ایک کانگریسی مع کچھ ساتھیوں کے گرفتار ہوا۔ (۱۱) قتل کا جرم اور مجرم بالکل آزاد تھا (۱۲) باوجود دفعہ ۱۴۴ ایک مجمع کے ساتھ اسٹیشن لائے گئے (۱۳) اُنھیں مسلمانوں کے خلاف آتشیں تقریر کا موقعہ دیا گیا (۱۴) جبلپور میں بھر سری بیانات کے بعد بالکل چھوڑ دیا گیا (۱۵) کٹنگی کے تھانہ میں حوالات سے ایک مسلمان کی لاش نکلی (۱۶) چونکہ پورا اسٹاف ہندو تھا۔ کسی قسم کی باز پرس نہ کی گئی (۱۷) کٹنی میں ایک ہندو کی موت پر شبہہ میں ۶ مسلمان گرفتار کئے گئے۔ (۱۸) اختتام مقدمہ تک جیل ہی میں رکھے گئے۔ ضمانت نہیں لی گئی۔ (۱۹) اُن سب کی تین تین سال کی سزا ہوئی۔ چاند ڈر بسوا برار میں آپس کے فساد پر ایک ہندو اسپتال میں مر گیا (۲۰) ۱۵۶ مسلمان گرفتار کئے گئے جن میں لڑکے بھی ننھے ضعیف بھی۔ صاحب فراش بیمار بھی۔ (۲۱) ۱۹۳۹ء کی ہولی میں مسلمانوں کے محلوں مکانوں دوکانوں۔ اور نہتوں پر۔ حکام کی موجودگی میں حملے ہوئے۔ (۲۲) بلوے کے مقدمات مسلمانوں پر بھی چلائے گئے (۲۳) اسکولوں میں سرسوتی کی پوجا کا حکم ہوا۔ (۲۴) گاندھی کی تصویر کی پوجا کا حکم دیا گیا (۲۵) بندے ماترم گانا لازم قرار دیا گیا۔ (۲۶) مسلم اخبارات سی۔ پی ٹائمس۔ صدائے مسلم پریس وغیرہ کی صحیح نکتہ چینی اور اظہار حق اور کانگریسی مظالم اور زیادتیوں کو طشت از بام کرنے پر ان کے گلے گھونٹے گئے۔ سی۔ پی ٹائمس کا مقدمہ اب تک ہائیکورٹ میں ہے (۲۷) مسلم وزیر اپنے اختیار کے استعمال پر وزارت سے علحدہ کیا گیا (۲۸) ہندو منسٹر کو اسی اختیار کے بیجا استعمال اور قاتل کو سزائے موت سے چھوڑا دینے پر شاباشی دی گئی۔ (۲۹) مسلم وزیر کی علحدگی کے بعد دوسرا مسلمان وزیر نہ لیا گیا

(۳۰) ودیا مندر کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا (۳۱) مدینۃ العلم صرف مسلمانوں کے سر منڈھ دیا گیا۔ (۳۲) ہندی زبان میں تعلیم لازم قرار دی گئی۔ (۳۳) بندے ماترم گاتے وقت سرکاری ملازموں کو کھڑے ہو جانے کا آرڈر نکلا۔ (۳۴) مسٹر گاندھی کے نام کے ساتھ مہاتما لکھنے کا سرکلر جاری ہوا۔

لفظ مہاتما کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرات۔ مہا۔ کا عربی ترجمہ (اعظم اور آتما کا عربی ترجمہ۔ روح ہے۔ یعنی روح اعظم۔ پتھر کے پجاری کسی بے ستر۔ مشرک اور اپنے گرو کو مہاتما کہیں یا کچھ اور۔ اور اُن کا دھرم بد سے بدتر چیز کو معاذ اللہ معبود سمجھتا ہے مگر گورنمنٹ کا سرکلر مسلمان کو بھی اس منافی اسلام حکم پر عمل کیلئے مجبور کرتا ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک مہاتما روح اعظم وہی ہستیاں ہو سکتی ہیں۔ جنھیں قرآن عظیم نے روح القدس یا روح اللہ فرمایا کسی مسلمان کا ایمان کبھی گوارا نہ کرے گا کہ جس کے اقوال سراپا دجل۔ جس کی پالیسی مسلم کشی اُسے مہاتما کہہ کر اپنا ایمان خراب کرے۔ مگر کانگریس مسلمان کو مسلمان دیکھنا نہیں چاہتی۔ (۳۵) چٹنویس بل کے ذریعہ ذبیحہ گاؤ پر سخت پابندیوں کے متعلق وزارت سے جواب ملا "وہ یہ بل کانگریس کی طرف سے نہیں۔ کیونکہ مسٹر چٹنویس غیر کانگریسی ہیں"۔ یعنی بل پیش کرنے کی قصوروار کانگریس نہیں۔ مگر کانگریس کو اس بل سے اتفاق ضرور ہے۔

اس چٹنویس بل سے دو شکار مارے جا رہے ہیں۔ ایک مثلاً۔ ہڈی۔ چمڑے۔ گوشت کا روزگار ختم۔ دوسرے غریب مسلمانوں کی خوراک غائب۔ (۳۶) تیندوکھیڑا علاقہ نرسنگھ پور میں قصائی کے مکان میں حسب معمول گائے کے ذبح پر حملہ ہوا۔ (۳۷) ہندوؤں کے مجمع نے مذبوح گائے کو جلا ڈالا (۳۸) قصائی کے مکان پر ڈاکہ ڈالا (۳۹) تھانہ میں قصائی کی رپورٹ پر دیر کے بعد توجہ کی گئی (۴۰) اس بلوہ۔ ڈکیتی۔ مداخلت بیجا کے مجرم چونکہ کانگریس کے ہمقوم تھے اور مظلوم ایک غریب مسلمان وہ بھی قصائی۔ کانگریسی وزارت نے سب کو رہا کر دیا۔ (۴۱) دیوری بینا گر میں ایک مسلمان کسان کے سخت مجروح ہونے پر بھی پولیس نے ضرب خفیف لکھا (۴۲) مجروح کے موت پر قاتل کسان کو صرف ایک روپیہ جرمانہ ہوا (۴۳) پولیس سے بالکل باز پرس نہ ہوئی۔ یہ سی۔ پی کی کانگریسی وزارت کے اُن ظاہر و عیاں مظالم و جفا کاریوں کی مختصر فہرست ہے جن سے ہمارے قلوب سخت مجروح ہیں اور ہمارے کلیجے چھلنی ہو رہے ہیں۔ گو اس وقت تلخ حقیقت کے انکشاف پر ہمارے یاران وطن آڑی ترچھی نگاہوں

غضبناک تیوروں سے ہم کو دیکھ رہے ہیں - مگر ہم تو یہی کہیں گے ؎

اظہار سوز و غم پر میری زباں نہ کھینچو
ہاتھوں میں چبھ نہ جائیں کانٹے میری زباں کے

وزارت کانگریس کے زمانہ میں ٹیکسوں کی وہ بھرمار ہوئی کہ خدا کی پناہ - یہ مسئلہ بہت تفصیل چاہتا ہے - اور میرے پاس اس کی گنجائش نہیں - بہر حال ہماری کانفرنس کے زیر غور یہ مسئلہ بھی ہے -

وردھا اسکیم نصاب تعلیم کی ترتیب کے لئے وردھا اسکیم کی بنیاد رکھی گئی - اور مسٹر گاندھی کی رہنمائی میں مکتبہ جامعہ نے ایک نظام مرتب کیا جس کا نام "بنیادی قومی تعلیم کا نصاب" ہے اس کے صفحہ ۲۵ میں ہے - "سب کے دل میں ایک دوسرے کے مذہب کی اور دنیا کے سب مذہبوں کی عزت پیدا کی جائے" اس کی توضیح میں کہا - "دنیا کے مذہبوں کے اصول بتا کر یہ ثابت کیا جائے کہ خاص باتوں میں سب مذاہب ایک ہیں"

اب اس گمراہ کن مقصد کو اسلام کی روشنی میں دیکھئے - ہندوؤں کے مذہب کا اصل اصول بت پرستی - گائے پرستی - غیر خدا پرستی اور شرک ہے - اسلام کا اصول ان الشرک لظلم عظیم - ہے - یعنی شرک جو ہندوؤں کے مذہب باطل کا اصل اصول ہے - قرآن عظیم اُسے ظلم عظیم فرما رہا ہے -

ہندوؤں کے مذہب میں بُت پرستی ذریعہ نجات ہے - قرآن عظیم نے فرمایا - ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ - یعنی اسلامی اصول پر بُت پرست اور مشرک کے لئے قطعی نجات اور بخشش نہیں - ہندوؤں کے دھرم کے مطابق شرک اور بُت پرستی اُنھیں پوتر کرنے والی ہے - قرآن عظیم نے فرمایا انما المشرکون نجس - یعنی یقیناً تمام مشرک نجس ہیں - مثال کے لئے میں نے صرف تین باتیں ذکر کی ہیں - تفصیل کے لئے دفتر درکار - غور فرمایئے - اسلام شرک کو ظلم عظیم فرمائے - مشرک کے لئے نجات کے دروازے بند بتائے - اُنہیں نجس ٹھہرائے - ہندوؤں کا اصول مذہب شرک و بت پرستی کو عبادت قرار دے - اور وردھا اسکیم - خاص خاص باتوں میں سب مذاہب کو ایک بتا کر معصوم بچّوں کے پاک فطرت دلوں میں شرک و بت پرستی کی عزت پیدا کرے - تاکہ بچہ چند روز میں معاذ اللہ دہریہ ملحد ہو جائے -

ایک طرف قرآن کریم والکفرون ھم الظالمون فرما کر مشرکوں بت پرستوں کو ظالم

قرار دے اور ولا تکونوا من المشرکین فرما کر شرک اور مشرکوں سے بچنے کی ہدایت فرمائے - اور ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار فرما کر - مسلمانوں کو اس بات سے ڈرائے کہ اگر ظالموں کی طرف مائل ہوگے تو جہنم کی آگ میں پڑو گے - دوسری طرف وردھا اسکیم مسلمان بچّوں کے دلوں میں شرک و بت پرستی کی عزّت پیدا کرے ؏

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

رواداری دنیاوی راہ و رسم کے مطابق ہر شخص کے ساتھ موقع و محل کے لحاظ سے برتی جا سکتی ہے خواہ وہ کسی باطل مذہب کا پیرو ہو - مگر اس رواداری سے کسی باطل مذہب کی عزّت نہیں بڑھائی جا سکتی -

زمانہ سابق میں بتوں کے سامنے - تالیاں بجانا - ہر ایک تالی پر پینترا بدلنا - ناچنا - گانا - مشرکین کی عبادت تھی - اب بھی بعض مندروں میں ہندو عورتیں اور مرد بتوں کے سامنے ایسا کرتے دیکھے جاتے ہیں - قرآن کریم میں ہے - وما کان صلاتھم عند البیت الا مکاء و تصدیہ یعنی کفّار کی عبادت بتوں کے آگے - سیٹی اور تالی بجا کر ہوتی ہے -

اسلام نے ناچ اور تال پر گانے کی سخت ممانعت کی ہے - مگر وردھا اسکیم نے ناچ اور گانے کو تعلیم کا جزو قرار دیا ہے - "بنیادی نصاب ص۲۳ نمبر ۳ گانا" کے ضمن میں لکھا ہے - "تال کا جو قدرتی احساس ہوتا ہے - اُسے ترقّی دینے کے لئے - اُنھیں دونوں ہاتھوں سے تال دینا سکھایا جائے قدم ملا کر ایک خاص تال کے ساتھ چلنے سے بھی اس میں مدد مل سکتی ہے" - سیدھے سادے الفاظ ہیں - بچوں کو تال سُر کے ساتھ ناچنا گانا سکھایا جائے" یعنی وردھا اسکیم اصول اسلام کے خلاف تال کے ساتھ قدم ملا کر چلنا یعنی ناچنا جس سے گانے میں مدد مل سکتی ہے بچّوں کو سکھایا جانا لازم قرار دیتی ہے - حضرات دیکھا آپ نے کانگریسی مسلمان کو مسلمان اور بہادر شجاع نہیں رہنے دینا چاہتی اس لئے محکوم اقلیت کے کلچر اور مذہب کی غارت گری اور نامرد و بزدل بنانے کے کیسے انتظامات کئے ہیں - حالانکہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کا اصول بنا دیا ہے - ؎

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

یہی راز ہے کہ سرحد کے بہادروں کو حیرت کی طرف مائل کیا جا رہا ہے اور ناسک میں فوجی مدرسہ جاری کیا گیا ہے۔ ستم بالائے ستم مسٹر گاندھی کا یہ ظلم عظیم کہ ڈاکٹر ذاکر حسین کے ہاتھوں مسلمانوں کا ایمان ذبح کرایا جا رہا ہے۔ کیا اہل انصاف۔ کانگریس کے سپریم کمانڈ مسٹر گاندھی اور اُن کے دست و بازو۔ ہائی کمانڈ کی اس مسلم کش منافی اسلام اسکیم کو اب بھی ظلم قرار دینے میں تامل کریں گے؟

یکے سرنگوں دیگر سرفراز

جس جرم کے مجرم کو رہا کرنے کی پاداش میں یوسف شریف وزارت سے علیٰحدہ ہوئے۔ اُسی جرم کے مجرم کو کرسیٔ وزارت دی گئی کیونکہ وہ ہندو اور پنڈت تھے (اغواء حبیبہ کا مقدمہ مرہٹی اخبار سنکیت۔ اور مدینہ بجنور نے تفصیل کے ساتھ شائع کیا ہے۔

کانگریسی ذہنیت

ہم مظالم کانگریس کا ماتم ہی کر رہے تھے۔ اور رخصت دور ستم و استبداد پر سکون و اطمینان کا سانس بھی نہ لینے پائے تھے کہ کانگریسی نشہ کے متوالوں نے دور چنگیزی کی یاد تازہ کر دی۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یکایک اتواری بازار سے واپس ہونے والے اور راستہ چلتے بے خبر مسلمانوں۔ اور ستر۔ اسّی سال کے بوڑھے مردوں عورتوں پر بلا وجہ حملے ہونے لگے۔ قلیل التعداد مسلمانوں کے مکانوں پر کثیر التعداد ہندوؤں نے چڑھائی کی۔ مسلمانوں کے مکانات لوٹے دوکانیں جلائیں۔ غریب دوکانداروں کو بے خانماں اور بے دانہ و لباس کر دیا۔ ایک مسلمان شہید ہوا۔ ایک موٹر کار جس میں مٹی کا تیل۔ پیٹرول۔ اور لکڑیاں وغیرہ آتش زنی اور مار پیٹ کا سامان تھا مع ایک دو ہندوؤں کے پکڑی گئی اور اسی جگہ کے قریب پکڑی گئی جہاں ۸۰۰ فٹ سے زیادہ لمبی بارک مسلمانوں کی دوکانوں سمیت جلائی گئی۔ باوجود اس ظلم و ستم آرائی کے۔ وہی غریب مضروب و مجروح و مصیبت زدہ مسلمان۔ بلوہ کے جرم میں پکڑے جا رہے ہیں۔ شریف مسلمانوں کو جنہوں نے غالباً قیام امن میں حصہ لیا تھا۔ اور حملہ آوروں کو بھی جانتے تھے محض بدمعاشوں اور شریروں کے اشاروں پر مکانوں سے بلا بلا کر زبردستی شناخت کرایا جا رہا ہے۔ اُن پر ڈکیتی۔ یا قتل کے جرم قائم کئے جا رہے ہیں یہ سب کانگریس کی اُسی چال کا نتیجہ ہے کہ حکام پولیس میں مسلم عنصر بالکل غائب ہے۔ ہندو عنصر اگرچہ گورنمنٹ کا ملازم ہے مگر اس کا ضمیر کانگریسی ہے۔ جس کی ظاہر مثال نوارٹ گنج کی آگ ہے کہ پولیس چوکی کے سامنے۔ پولیس کی موجودگی میں آگ لگائی جا رہی تھی۔ اور وہ پولیس کے لئے اُس وقت تک تماشہ رہی جب تک تو وہ خاک نہ رہ گیا۔ انگریز حکام آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر کرتے وہی ہیں جو کانگریسی ذہنیت

رکھنے والے متعصب ماتحت کر سکتے ہیں ؎

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد — وہ بھی کمبخت ترا چاہنے والا نکلا

کانگریس کا باونواں اجلاس تری پوری

جبلپور کانگریس کے باونویں سالانہ اجلاس تری پوری کا غالباً منشاء بھی یہی تھا کہ چونکہ جبلپور۔ کانگریس کے سخت ترین مظالم کا گہوارہ رہا۔ اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کو اپنا مشق ستم بنانے میں ہندو ایک حد تک کامیاب رہے۔ اس لئے کانگریس اپنی فتح کا ڈھول باون ہاتھیوں کے جلوس کے ساتھ جبل پور میں بجائے۔

کانگریس کا پنڈال کیا تھا۔ خاصہ ہندو تاریخ قدیم کا خاکہ تھا تمام مناظر مہا بھارت شیواجی کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ نربدا کے کنارے کورو پانڈوں کی راجدھانی ہے مسلمان سہمے ہوئے تھے کہ یہ اصحابِ فیل کی ذریت باون ۵۲ ہاتھیوں کے ساتھ چڑھائی کر کے اب نہ معلوم کیا رنگ لائے گی مگر ابرہہ کے لشکرِ فیلاں کو خانہ کعبہ کے سامنے چھوٹی سی طیر ابابیل سے تہ و بالا کر دینے والے نصیر و عزیز کے بطش شدید نے کانگریس کا پرچم جبلپور میں سرنگوں کر دیا۔ باون ہاتھیوں کا جلوس سبھاپتی کے بغیر تھا۔ کانگریس کے مہا ڈکٹیٹر گاندھی جی نہ پدھار سکے وہ دھینگا مشتی اور مارا ماری ہوئی کہ بھاگتے راستہ نہ ملا۔ اور اسی طرح باونویں سال باون ہاتھیوں کے جلوس کے ساتھ ۱۹۳۹ء میں کانگریس کا دیوالا نکل گیا اور تری پوری میں آ کر کانگریس تری بھری ہو گئی اور اسی سال کانگریسی ظالم وزارت سرنگوں ہوئی۔

آج ہمارا یہ اجتماع عظیم اور مسلم لیگ کانفرنس کا یہ اجلاس ہماری آیندہ فتحمندی۔ کامیابی۔ کامرانی کا افتتاحی اجلاس ہے۔ جس کے بعد ہماری امیدیں پوری ارتقا کے ساتھ اپنے منزلِ مراد تک انشاءاللہ تعالےٰ پہنچ جائیں گی۔

کانفرنس سے ہمارا مقصد

اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی آواز ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچا کر۔ دنیا کو اپنی مظلومانہ حالت بتائیں۔ اور اپنے اضلاع صوبہ سی۔ پی کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے منظم اور متحد ہونے کی دعوت دیں۔

حضرات۔ عمائد ملت! آپ نے ہماری داستانِ غم سنی۔ ہم پر مصیبتوں کا ریکارڈ ملاحظہ فرمایا۔

ہمارے ساتھ حکومت کے موجودہ رویّہ کو دیکھا - ہماری امیدیں آپ حضرات کی مدبرانہ اور صیبب رائے کی طرف لگی ہوئی ہیں - اور آپ کی ہمدردیاں ہمارے لئے گونہ تسلیوں کا باعث ہو سکتی ہیں -

اور اے حضرات اخوان ملّت - مسلمان بھائیو - آپ لوگ دور دور سے تشریف لائے - سردی کی زحمت - راستہ کی تکلیف - خاص ہماری فروگذاشتیں ضرور آپ کو محسوس ہوئی ہونگی جن کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں - اور آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ اپنے گذشتہ چند دنوں کے اتحاد کا نتیجہ آپ دیکھیں کہ کل جس مسلم لیگ کے لئے دنیا میں کوئی جگہ نہ تھی - آج کانگریس اور برطانیہ دونوں کی نظریں اُس کی پالیسی کی طرف لگی ہوئی ہیں - اس لئے اب جس قدر جلد ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ ممبر بن جائیں - جن محلّوں - دیہاتوں تحصیلوں میں مسلم لیگ قائم نہ ہو - وہاں قائم کر کے اپنے ضلع سے الحاق کیجئے اور بہت جلد بتا دیجئے کہ آپ اسلام کے لئے سینہ سپر ہونے - اور اپنے محترم صدرِ اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعمیل پر ہر وقت تیّار ہیں -

اقتصادی حالت ہماری اقتصادی کمزوری نے ہمیں اغیار کا دست نگر ہونے پر مجبور کیا - اگر ہم اپنے تجارت کے لئے دیانت دارانہ قدم بڑھائیں تو انشاءاللہ بھوکے نہ رہیں گے - ایک معمولی چیز ہے جس پر آپ کا عمل نہیں کہ مذہب کا حکم ہے - غیر مسلم کے ہاتھ میں گوشت مسلمان کی نظر سے غایب رہا - اگرچہ تھوڑے ہی وقت سہی وہ گوشت مسلم کے لئے حرام - آج مسلمان حضرات کھٹیکوں سے ہی گوشت خریدتے ہیں - جو شرعاً ممنوع ہے - تو جن چیزوں میں اباحت ہے - اُن کے متعلق کیا امید کی جاسکتی ہے

آخری کلمہ ہمیں جہاں انتہائی یہ مسرت ہے کہ ہماری کانفرنس بفضلہ تعالےٰ کامیاب ہے - ہمارے محترم و چند رہنمایان سیاست ملّیہ اور علمائے کرام نے تکلیف فرما کر رونق افروزی کے ساتھ اپنے پراز معلومات اور دقیق و وسیع نقطہائے نظر کو پیش فرما کر اپنے افادات ضروریہ سے ہمیں مستفید فرمایا - وہاں ہمارے دل افسردہ اور ہماری ہمتیں قدرے ضعف محسوس کر رہے ہیں کہ ہم اپنے بعض اکابر قوم - اور زعمائے ملک سے اپنی کانفرنس کے پنڈال کے اسٹیج کو خالی دیکھتے ہیں - بہر حال ان کی دلی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں اور ان کی سعی مشکور ہماری

طرف مبذول ہیں -

آخر میں - مَیں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے صدرِ اعظم قاید المسلمین سلطانِ زعماءِ الہند مسٹر محمد علی جناح کی عمر میں ہمّت میں عزم و استقلال میں صلاح و ہدایت کے ساتھ برکت و قوّت عطا فرمائے اور ہمیں اُن کی آواز پر لبیک کہتا ہوا - اُن کے لائحہ عمل کو جامۂ عمل پہنانے کی توفیق بخشے - بہرحال سرفراز فرمانے والے زعماء ملّت کا ہم دلی شکریہ ادا کرتے ہیں - اور نہ تشریف لانے والوں کے پیغامات پر اپنے دلی تسکین کا اظہار کرتے ہوئے - اپنے تمام لیڈران قوم و زعمائے ملّت کے لئے دست بدعا ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اُن کے ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے - اور ہمیں بھی اس پر اتحاد عمل کی توفیق دے -

اللھم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا وانصرنا علی القوم الکٰفرین وصلّی اللہ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمّد و الہ و اصحابہ اجمعین -

محمّد برہان الحق رضوی غفرلہ

جبلپور

یکم جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

سوانح پروفیسر مولوی حاکم علی مرحوم

پر

روزنامہ "امروز" لاہور کا تبصرہ

تالیف:- پروفیسر محمّد صدّیق ——————— ناشر:- مکتبہ رضویہ ۲/۲۴ سوڈھیوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور ۲۵

مکتبہ رضویہ کے ناظمِ اعلیٰ جناب ظہورالدّین صاحب اِس اعتبار سے قابلِ داد ہیں کہ اُن کی نگاہ خزف ریزوں میں دبے اور وقت کے گرد و غبار میں اَٹے ہُوئے جواہر پر رہتی ہے۔ نئی نسل نے تو مولوی حاکم علی صاحب علیہ الرحمۃ کا نامِ نامی سُنا بھی نہ ہوگا۔ چہ جائے کہ اُن کے سوانح اور علمی و دینی کارناموں سے کچھ آگاہی ہو۔ اس دَورِ زبُوں اور ناپُرساں میں ظہُورالدین صاحب نے برِّصغیر کی اس بھولی بسری عظیم شخصیّت کے سوانح مرتّب کرائے اور پروفیسر محمد صدّیق صاحب نے جس اعلیٰ درجے کی کاوشوں اور عرق ریزیوں سے یہ علمی فریضہ سر انجام دیا یقیناً اس پر یہ دونوں حضرات دینی اور علمی حلقوں کے ہدیۂ تبریک و تحسین کے حقدار ہیں۔ پروفیسر مولوی حاکم علی اپنے دَور میں کسی تعارف و تبصرے کے محتاج نہیں تھے اور آج بھی اہلِ علم انہیں یاد کرتے ہیں، لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا، نئی نسل مولوی صاحب مرحُوم و مغفور سے قطعی ناواقف نہیں ہے۔ اِس کی آگاہی کے لیے مولوی صاحب کا تعارف کچھ یُوں ہوگا کہ وُہ ایف سی کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل، پنجاب یُونیورسٹی کے فیلو، پنجاب ٹیکسٹ بُک کمیٹی کے رُکن، ایجوکیشن کانفرنس پنجاب کے ممبر اور سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے مُدّتوں رُکن رہے۔ اسلامیہ کالج لاہور نے برِّصغیر پاک و ہند کے مُسلمانوں کی سیاسی بیداری میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، اُن سب کے عقب میں مولوی حاکم علی مرحُوم کی دردمندی، دِل سوزی، علمی اور دینی لیاقت بہت روشن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسی عظیم شخصیتیں قدرت کسی قوم کو بطورِ انعام عطا کرتی ہے۔ مولوی صاحب مرحُوم کی ان مختلف شعبوں اور دائروں میں ایسی عالی شان خدمات ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو دفتر کے دفتر مرتّب کیے جا سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ کام جو بہت پہلے ہونا چاہیئے تھا گردشِ لیل و نہار کی نذر ہو گیا۔ بہرحال پروفیسر محمّد صدّیق نے اِس کام کا بیڑہ اُٹھایا اور لاہور کے کُتب خانے کھنگالے، جہاں جہاں سے اُنہیں مولوی صاحب مرحُوم کے بارے میں مواد مِلا، اُسے اُنہوں نے سلیقے سے کتاب کی زینت بنایا۔ اِس قدر کاوش کے باوجُود مولوی صاحب کے بارے میں بہت سی ضروری باتیں رہ گئیں کہ بدقسمتی سے ہمارے سرکاری و غیر سرکاری کتب خانوں میں پُرانے اخبارات، جرائد اور رسائل کی فائلیں محفُوظ نہیں رہیں۔ یا یُوں کہیئے کہ دانستہ محفوظ نہیں رکھی گئیں۔ یہ الگ المیہ داستان ہے۔ بہرکیف مولوی حاکم علی جیسی تاریخی شخصیت پر جو کچھ سامنے آیا ہے وُہی غنیمت جاننا چاہیئے۔ توقع ہے آئندہ ایڈیشن میں مزید اضافے ممکن ہوں گے۔ کتاب میں مولوی صاحب کی بعض نادر و نایاب کتابوں کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی فوٹو سٹیٹ نقلیں بھی چھاپی گئی ہیں خصُوصاً ترکِ موالات کے زمانے میں جو ہنگامہ برِّصغیر کے طول و عرض میں برپا رہا۔ اس پر مولوی صاحب کے قلم سے ایک نادر و نایاب مضمُون بھی مکمّل صُورت میں شامل کتاب ہے۔ مولوی حاکم علی صاحب کو اعلیٰ حضرت اِمام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبّت اور عقیدت تھی اور دونوں حضرات ایک دُوسرے کے قدردان تھے۔ مولوی صاحب گاہے گاہے علمی اور دینی مسائل میں اعلیٰحضرت سے بذریعہ مراسلت رابطہ رکھتے اور ان سے اِستفادہ کیا کرتے تھے۔ اس مراسلت کے نمُونے بھی کتاب میں موجُود ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مُسلمانانِ ہند کے سیاسی، دینی اور قومی معاملات و مسائل میں اِن حضرات کا نقطۂ نظر یکساں تھا اور یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ہندوؤں سے تحریکِ آزادی یا تحریکِ خلافت کے معاملات میں کسی قسم کے تعاون کو جائز رکھا جائے یا اُن کے تحت کام کیا جائے۔ اِس لحاظ سے اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہندوستان میں دو قومی نظریے کو جن حضرات نے شدّ و مدّ سے پیش کیا اور تحریر و تقریر اور اپنے عمل کے ذریعے اِسے ثابت بھی فرمایا، اُن میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان اور پروفیسر مولوی حاکم علی کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔

ضخامت: ۱۶۸ صفحات —— کتابت و طباعت نفیس —— عُمدہ سفید کاغذ —— قیمت: بیس رُوپے

امروز ہفت روزہ اشاعت
۳۰۔ دسمبر ۱۹۸۳ء

تبصرہ نگار:- مقبُول جہانگیر